سوانح عمری

فردوسی

اسمیں فردوسی کے مکمل حالات ہیں اور اسکے کلام پر نقد و تبصرہ ہے

مؤلفہ

شمس العلما حضرت مولنا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

حسب اجازت

سید ظہور الحسن قومی پریس دہلی نے بار چہارم

مطبع مجتبائی دہلی میں چھپوا کر شائع کی

قیمت مجلد

سوانح عمری

فردوسیؒ

اسمیں فردوسیؒ کے مکمل حالات ہیں اور اُسکے کلام پر نقد و تبصرہ ہے

مؤلفہ

شمس العلما حضرت مولنا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

حسب اجازت

سید ظہور الحسن قومی پریس دہلی نے بماہ جنوری

مطبع مجتبائی جدید دہلی مین چھپوا کے شائع کی

قیمت فیجلد

مخدرات تیموریہ

بے عیب خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ عصمت وعفت کے پاکیزہ کرشمے جو ہر ایک شجاع اور بہادر قوم کی تاریخ کی جان ہے، علم وہنر کے مکمل اور بے عیب علمی نتائج اور سرزمین کے سب سے سرسبز اور ہرے بھرے باغ کی شگفتہ پھولوں کی مہک جو ایکدفعہ قومی زمین کہلا چکی ہو شجاعت اور تہور کے حیرت انگیز تماشے جنہوں نے ساری دنیا کو مسخر کرلیا تھا ایک عظیم الشان خاندان کی وہ شان وشوکت کی تعجب ناک تصویریں جنکی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی قیمت رسمی کاغذ مجلد عہ

فہرست بیگمات

امۃ الحبیب یا حمیدہ بانو بیگم، فخر النساء بیگم، عظمت النساء بیگم، آسائش بانو بیگم، آغا بیگی، آرزم بانو بیگم، آرام جان بیگم، ممتاز محل، امۃ الحبیب، قدسیہ بیگم، اعزاز النساء بیگم، اورنگ آبادی محل، دلپذیر بانو بیگم بنت بلی دودو، دلرس بانو بیگم، روشن آرا بیگم، روپ متی رحمت بانو، رضیۃ النساء بیگم، لاڈ ملک، شمرو کی بیگم، رضیہ سلطانہ، بدر النساء بیگم، جانان بیگم، جانی بیگم، رانی جودہ بائی، حمیدہ بانو بیگم، حاجی بیگم خانزادہ بیگم، شہزادہ خانم، نواب قدسیہ بیگم، ثریا بانو بیگم، جہاں آرا بیگم، رانی پاربتی، رانی تارا بائی، تلسی بائی، زینت النساء بیگم، زبدۃ النساء بیگم، بادشاہ بیگم، سلطان بیگم، سلیمہ سلطان بیگم، سلیمہ بانو بیگم، جمیلہ خاتون، موتی بیگم، اشرف النساء بیگم، آئی بیگم، بخت النساء بیگم، بہار بانو بیگم، بائی اودے پوری، بائی بھوت وتی، بجنی بیگم، بیگم سلطانہ، بی بی بائی، زیب النساء بیگم۔

سفرنامہ ہستی یعنی نیرنگی دنیا

مولفہ مولانا مولوی عبدالحلیم شرر مرحوم لکھنوی، انسان کو جس قدر مراحل زندگی ہر حصہ عمر میں پیش آتے ہیں انکو اس خوبی سے ادا کیا ہے کہ بے اختیار آنسو ٹپک پڑتے ہیں اور دنیا ایک عبرتکدہ معلوم ہوتی ہے، یہ مولانا شرر ہی کا حصہ تھا کہ ہر بیان بے مثل اور ہر خیال بے نظیر، گویا انشاپردازی اور سچے واقعات کی روح ہے۔ قیمت ۱۲ **فہرست مضامین**،

بچپن، جوانی، جوش جوانی، کسی کی یاد، خیال یار، انتظار، آج کل، تمنا، نیرنگی دنیا، آرزو، سعی بے حاصل، فکر، چاندنی رات، افسردہ دلی، غرور حسن، رعنائی، شام غربت صحبت، نہیں، سادگی، نگاہ شوق، خودنمائی، رقیب، شب فراق، آہ پر تاثیر آہ، حسن وعشق، کامیابی، انجام، مرور انجام، صحبت دوشین، صبح، شہر کی رات، امید، دنیا بہ امید قائم، مرد چوں پیر شود۔ حرص جواں میگرد، زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز، سواد وطن، بزم قدرت، تغیرات عالم، اداسی، دم واپسیں۔

بستان التفاسیر

ترجمہ اردو تفسیر فتح العزیز۔ پارہ تبارک الذی، مصنفہ عمدۃ المحدثین زبدۃ المفسرین امام العلماء قدوۃ الفضلا حضرت مولینا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ایسے شخص کی تصنیف کی کیا کوئی تعریف لکھ سکتا ہے، صرف ان کا نام کافی ہے، گیارہ بڑی صورتوں کی تفسیر ہے، معہ احادیث کے، لڑکیوں اور عورتوں کے واسطے اس کا مطالعہ ضروری ہے، صفحات ۴۰۰، قیمت عہ مجلد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فردوسی

حسن بن اسحاق بن شرف نام، اور فردوسی[1] تخلص تھا، دولت شاہ کا بیان ہی کہ کہیں کہیں وہ اپنا تخلص ابن شرف شاہ بھی لاتا ہی مجالس المومنین میں بعض مورخوں کے حوالہ سے اسکے باپ کا نام منصور بن فخر الدین احمد بن مولانا فرخ بیان کیا ہے وطن میں بھی اختلاف ہی چار مقالہ میں ہے کہ طبرستان کی نواحی میں باژ نام ایک گاؤں تھا فردوسی یہیں کا رہنے والا تھا دیباچۂ شاہنامہ میں گاؤں کا نام شاداب لکھا ہے بہرحال، عموماً مسلم ہے کہ فردوسی کا وطن طوس کے اضلاع میں تھا اور یہ وہی مردم خیز صوبہ ہے جسکی خاک نے امام غزالی، اور محقق طوسی پیدا کیئے۔ سنہ ولادت معلوم نہیں، البتہ سال وفات سنہ ۴۱۱ھ ہے اور چونکہ عمر کم از کم ۸۰ برس کی تھی جیسا کہ وہ خود لکھتا ہے۔

کنون عمر نزدیک ہشتاد شد — امیدم بہ یکبارہ بر باد شد

اسلیئے سال ولادت تقریباً سنہ ۳۲۹ھ سمجھنا چاہیئے۔ فردوسی جب پیدا ہوا تو اسکے باپ نے خواب میں دیکھا کہ نوزائیدہ بچے نے کوٹھے پر چڑھ کر نعرہ مارا، اور ہر طرف سے لبیک کی صدائیں آئیں، صبح کو جاکر نجیب الدین سے جو اُس زمانہ کے مشہور معبر تھے تعبیر پوچھی، اُنہوں نے کہا۔ یہ لڑکا شاعر ہوگا اور اسکی شاعری کا غلغلہ تمام عالم میں پھیلیگا سن رشد کو پہنچکر تحصیل علوم میں مشغول ہوا اور تمام درسی علوم حاصل کیئے

---

[1] فردوسی کا حال تمام تذکروں میں بہ تفصیل مذکور ہے لیکن سب میں باہم سخت اختلاف ہے انیں سب سے زیادہ قابل اعتبار چار مقالہ ہے جس کا مصنف خود نامور شاعر اور فردوسی سے قریب العہد ہے تاہم اس میں بھی سخت غلطیاں ہیں تیمور کے پوتے بای سنغر نے فضلا سے شاہنامہ پر جو دیباچہ لکھوایا تھا اسمیں فردوسی کی مفصل سوانحعمری ہی لیکن بعض واقعات ایسے لغو لکھے ہیں کہ اعتبار اٹھ جاتا ہی دولت شاہ سمرقندی نے بھی کسی قدر تفصیل سے حالات لکھے ہیں اور وہ بھی غلطیوں سے خالی نہیں، عربی مصنفین میں سے صرف قزوینی نے آثار البلاد میں اس کا حال لکھا ہے جسمیں اور سب سے ثقہ واقعات لیئے ہیں لیکن جابجا اُن کی غلطیوں کی بھی تصریح کردی ہے،

چونکہ آبائی پیشہ زمینداری تھا، اور جس گاؤں میں سکونت تھی خود اس کی ملک میں تھا، اس لئے معاش کی طرف سے فارغ البال تھا، وہ اطمینان کے ساتھ علمی مشغلوں میں بسر کرتا تھا اور کتب بینی کیا کرتا تھا،

شاہنامہ کی ابتدا اور دربار میں رسائی یہ واقعہ جس قدر قطعی ہے اسی قدر اس کی تفصیل میں اختلاف ہے عام روایت یہ ہے کہ فردوسی داد رسی کیلئے محمود کے دربار میں گیا یہاں اس کی شاعری کا جوہر کھلا اور شاہنامہ کی تصنیف پر مامور ہوا لیکن یہ قطعاً غلط ہے فردوسی نے خود بیان کیا ہے کہ شاہنامہ کی تصنیف میں ۳۵ برس صرف ہوئے،

سی و پنج سال از سرائے سپنج ۔ بسے رنج بردم بامید گنج،
چو بر باد دادند گنج مرا ۔ نبد حاصلے سی و پنج مرا،

اور سلطان محمود کی کل مدت سلطنت ۳۱ برس ہے

شاہنامہ کے دیباچہ میں فردوسی نے خود سبب تصنیف بیان کیا ہے اُس سے بھی اس روایت کی تکذیب ہوتی ہے اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محمود کے دربار میں پہنچنے سے بہت پہلے وہ شاہنامہ شروع کر چکا تھا تفصیل ان واقعات کی شاہنامہ کے سبب تصنیف میں آگے آئیگی

بہر حال اس قدر یقینی ہے کہ فردوسی نے وطن ہی میں شاہنامہ کی ابتدا کی اور ابو منصور نے جو طوس کا صوبہ دار تھا، اُس کی سرپرستی کی، ابومنصور کے مرنے کے بعد طوس کا عامل سلطان خان مقرر ہوا چونکہ شاہنامہ کا اب ہر جگہ چرچا پھیلتا جاتا تھا، سلطان محمود کو بھی خبر ہوئی سلیمان خان کے نام حکم پہنچا کہ فردوسی کو دربار میں بھیجدو، فردوسی نے پہلے تو انکار کیا، لیکن پھر شیخ معشوق کی پیشینگوئی یاد آگئی، اسلیئے راضی ہو گیا اور طوس سے چل کر ہرات میں آیا لیکن اِدھر درانداز یاں شروع ہو گئیں، دربار کا میر منشی بدیع الدین دبیر تھا اُسی نے عنصری سے کہا کہ بادشاہ کو مدت سے شاہنامہ کی تصنیف کا خیال تھا، لیکن دربار کے شعرا میں سے کسی نے اسکی ہامی نہیں بھری اب اگر فردوسی سے یہ کام بن آیا تو تمام شعرائے دربار کی آبرو خاک میں مل جائیگی عنصری نے کہا بادشاہ سے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ فردوسی کو اُلٹا پھیر دیجیے، لیکن اس کی

شاہنامہ کی ابتدا

سلہ چہار مقالہ صفحہ ۶۰ م

اور تدبیر کرنی چاہیئے، چنانچہ فردوسی کے پاس ایک قاصد بھیجا[1] کہ یہاں کا قصد بیفائدہ ہے سلطان کو یون ہی ایک خیال پیدا ہوا تھا جس کی بنا پر آپ کی طلبی کا حکم صادر ہوا لیکن اُسدن سے آجتک پھر کبھی ذکر تک نہیں آیا، اس لئے حقیقت واقعہ سے آپ کو اطلاع دیدی گئی، فردوسی نے ہرات سے واپس جانا چاہا، لیکن ساتھ ہی خیال پیدا ہوا کہ شاید اسمین کچھ بھید ہو۔ اتفاق سے عنصری اور بدیع الدین دبیر میں شکر رنجی پیدا ہوئی۔ عنصری نے فردوسی کو جو خط لکھا تھا بدیع الدین ہی کے مشورہ سے لکھا تھا، اب بدیع الدین نے فردوسی کے پاس قاصد بھیجا کہ فوراً اِدھر کا عزم کیجیئے عنصری نے جو لکھا خود غرضی سے لکھا تھا، فردوسی نے خط کے جواب میں لکھ بھیجا کہ مین آتا ہون یہ اشعار بھی خط میں درج کئے،

بگوشش از سروشم بسے مژدہ ہاست ۔۔۔ دلم گنج گوہر زبان اژدہاست

چہ سنجد بہ میزان من عنصری ۔۔۔ گیا چون کشد پیش گلبن سرے

غرض ہرات سے چلکر غزنین میں آیا اور ایک باغ کے قریب ٹھہرا، وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی، شہر میں جن لوگوں سے راہ و رسم تھی اُن کو اپنے آنے کی اطلاع کی، چلتا پھرتا باغ میں جانکلا، حسن اتفاق سے دربار کے ممتاز شعرا یعنے عنصری۔ فرخی، عسجدی باغ میں سیر کو آئے تھے اور بادہ و جام کا دور چل رہا تھا، فردوسی اُدھر کو جانکلا۔ حریفوں نے اسکو مخل صحبت سمجھ کر روکنا چاہا، ایک نے کہا کہ اُسکو چھیڑا جائے تو خود تنگ آکر چلا جائے گا، عنصری نے کہا، یہ تہذیب اور آدمیت کے خلاف ہے آخر رائے قرار پائی کہ رباعی کا ایک مصرع طرح کیا جائے سب اس پر طبع آزمائی کرین اگر یہ بھی مصرع لگائے، تو شریک صحبت کر لیا جائے ورنہ خود شرمندہ ہوکر اُٹھ جائے گا،

عنصری نے ابتدا کی اور کہا ع چون عارض تو ماہ نباشد روشن۔

فرخی نے کہا ع مانند رخت گل نبود در گلشن،

عسجدی نے کہا ع مژگانت ہمی گذر کند از جوشن،

قافیون میں شین کا التزام تھا اور اس التزام کے ساتھ کوئی شگفتہ، قافیہ باقی نہیں،

شعر کا

[1] دیباچہ نویسوں نے عنصری کے ساتھ رودکی کا نام بھی لکھا ہے، لیکن رودکی اس سے پہلے ۳۰۴ھ میں مر چکا تھا،

رہا تھا فردوسی نے برجستہ کہا ع مانند سنان گیو در جنگ پشن

سب نے گیو اور پشن کی تلمیح پوچھی، فردوسی نے تفصیل بیان کی، اسوقت تو سب نے اُسکو، شریک صحبت کرلیا، لیکن رشک اور حسد، ایشیائی قوموں کا خاصہ ہے، سب نے سازش کی کہ فردوسی دربار تک نہ پہونچنے پائے

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ مشاعرہ خود سلطان محمود کے دربار میں ہوا تھا، سلطان محمود کے ندیموں میں ماہک نام ایک شخص صاحب مذاق تھا، اس سے یہیں باغ میں ملاقات ہوگئی تھی، فردوسی کی شیرین زبانی اور قابلیت دیکھکر گرویدہ ہوا اور اپنے گھر میں لاکر رکھا، کھانے کے بعد فردوسی سے اس کا حال دریافت کیا اُس نے اپنی ساری داستان بیان کی،

یہ وہ زمانہ تھا کہ سلطان نے شاہنامہ کی تصنیف کا حکم دیا تھا اور سات شاعر یعنی، عنصری، فرخی، زینی، عسجدی، منجیک چنگ زن ترمذی، ابوبکر اسکاف، ترمذی اس کام کیلئے انتخاب ہوئے تھے،

ماہک نے فردوسی سے شاہنامہ کی تصنیف اور شعرائکے انتخاب کا ذکر کیا فردوسی نے کہا میں بھی شعر کہتا ہوں موقع ہو تو دربار میں میرا بھی ذکر کردینا ماہک نے اسی دن دربار میں جاکر فردوسی کی تقریب کرنی چاہی لیکن موقع نہ ملا اسطرح ایک ہفتہ گزرگیا، ایک دن ماہک نے دربار سے آکر بیان کیا کہ آج تمام شعرا دربار میں حاضر تھے اور شاہنامہ کی مختلف داستانیں سنائی جارہی تھیں، عنصری رستم و سہراب کی داستان نظم کی تھی، جب یہ دو شعر پڑھے،

ہرآنگہ کہ تشنہ شدی تو بخون	بیالودی این خنجر آب گون
زمانہ بخون تو تشنہ شود،	بہ اندام تو موے دشنہ شود،

دربار میں پہنچنے کی تقریب

تو سلطان محمود نے نہایت پسند کیا، اور حکم دیا کہ عنصری ہی اس خدمت کے لئے مقرر کیا جائے، فردوسی اُسوقت چپکا ہو رہا اور خود یہ داستان نظم کرنی شروع کی رات کو، حسب معمول کے موافق کھانے پر بیٹھے تو فردوسی نے کہا عنصری سے پہلے شعرا نے رستم و

ؔلہ یہ دیباچہ شاہنامہ کی روایت ہے، دولت شاہ کا بیان ہے کہ اس امتحان کے بعد عنصری نے فردوسی کی تحسین کی اور خود دربار شاہی میں اس کو لیجا کر پیش کیا،

سہراب کی داستان نظم کی چنانچہ خود میرے پاس ایک نظم موجود ہے جس کے آگے عنصری
کے اشعار کی کچھ حقیقت نہیں، یہ کہکر نظم حوالہ کی، سرنامہ تھا،

کنون خورد باید مے خوشگوار، | که می بوئے مشک آرد از جویبار
هوا پر خروش و زمین پر زجوش، | خنک آنکه دل شاد دارد به نوش
همه بوستان زیر برگ گل است | همه کوه پر لاله و سنبل است

ماہک نے سلطان محمود کی خدمت میں جاکر تمہید کے ساتھ پیش کی محمود نے پوچھا کہ یہ جواہر
کہاں سے ہاتھ آئے، ماہک نے فردوسی کا نام لیا، اُسی وقت طلبی ہوئی محمود نے نام ونشان
پوچھا، فردوسی نے کہا طوس کا باشندہ ہوں محمود نے اُسکے حالات پوچھے اسی سلسلہ میں
پوچھا کہ طوس کب سے آباد ہے اور کس نے آباد کیا، فردوسی نے تفصیل سے تمام واقعات
بیان کئے، محمود نے شعرائے سبعہ کو بلوایا، اور فردوسی کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ رستم و
سہراب کی داستان اسی نے نظم کی ہے فردوسی نے اسی کے اشعار سنائے تو سب حیرت
زدہ رہ گئے، محمود نے خلعت عطا کیا، شعرا نے تحسین کی صدا بلند کی، عنصری نے بڑھ کر،
فردوسی کے ہاتھ چوم لئے اس زمانہ میں امرد پرستی عیب نہیں سمجھا جاتا، محمود نے فردوسی
سے فرمایش کی کہ ایاز کے سبزہ خط کی تعریف میں کچھ کہے، فردوسی نے برجستہ کہا

بدیہہ گو کا انتخاب

مست است بتا چشم تو و تیر بدست | بس کس که ز تیر چشم مست تو بخست
گر پوشد عارضت زره عذرش هست | کز تیر بترسد همه کس خاصه ز مست

یعنی معشوق کی آنکھیں مست اور تیر بکف ہیں اُن تیروں نے ہزاروں کے دل چھلنی کردیے ہیں اس لئے اُن سے
بچنے کے لئے رخساروں نے زرہ پہن لی ہے (خط کو زرہ سے تشبیہ دی ہی کیونکہ مست سے سبھی
ڈرتے ہیں، خصوصاً جب اُس کے ہاتھوں میں تیر ہو،

شاہنامہ تصنیف خدمت ہوئی

محمود نہایت محظوظ ہوا اور شاہنامہ کی تصنیف کی خدمت سپرد کی، ساتھ ہی یہ بھی
حکم ہوا کہ فردوسی کو ایوان شاہی کے قریب ایک مکان دیا جائے، جو تمام ضروری ساز و سامان
سے آراستہ ہو، اور آلات جنگ، اسلحہ حرب، شاہان عجم اور بہادروں اور پہلوانوں کے
مرقعوں اور تصویروں سے سجا دیا جائے، ایک ایک شعر پر ایک ایک اشرفی صلہ مقرر ہوا اور

حکم ہوا کہ جب ہزار شعر تک نوبت پہنچ جائے تو ہزار اشرفیاں دیدی جایا کریں، لیکن فردوسی نے متفرق رقم سے انکار کیا۔ اور کہا کہ جب کتاب پوری ہو جائے گی تو ایک ساتھ لوں گا،

فردوسی جب وطن میں تھا تو اکثر ایک چشمہ کے کنارے بیٹھا کرتا، اور آب رواں کی سیر سے لطف اٹھاتا، چشمہ کے اوپر بند تھا جو برسات کے زمانہ میں ٹوٹ جاتا تھا۔ اور اس وجہ سے پانی گدلا ہو جاتا تھا، فردوسی کی طبیعت اس سے مکدر ہوتی تھی، قصد کیا کہ بند کو پختہ کرا دے، لیکن اتنا مقدور نہ تھا، شاہنامہ لکھنا شروع کیا تو نیت کی کہ جو کچھ صلہ ملے گا بند کی تیاری میں صرف کر دوں گا، یہ وجہ تھی کہ اس نے شاہنامہ کا صلہ متفرق طور پر لینا پسند نہ کیا،

فردوسی نے متصل ۴ سال تک غزنین میں قیام کیا، اور شاہنامہ کی تصنیف میں مصروف رہا، پھر وطن گیا، اور کئی برس رہ کر واپس آیا، اس اثنا میں جو حصہ تیار ہو چکا تھا، محمود کے حضور میں پیش کیا اور تحسین و آفرین کے صلے حاصل کئے،

شاہنامہ کی تصنیف کے بیسویں سال جبکہ اسکی عمر ۶۵ برس کی تھی، اس کے جوان بیٹے کا انتقال ہو گیا، فردوسی کو سخت رنج ہوا، چنانچہ اس واقعہ کا ذکر شاہنامہ میں کیا ہے

مگر بہرہ گیرم از پند خویش	براندیشم از مرگ فرزند خویش
ز بد ہا تو بودی مرا دستگیر	چرا راہ جستی ز ہمراہ پیر،
مگر ہمرہان جوان یافتی؛	کہ از پیش من تیز بشتافتی
جوان را چو شد سال برسی و ہفت	نہ بر آرزو یافت گیتی و رفت،
ہمی بود ہموارہ با من درشت،	بر آشفت و یکبارہ بنمود پشت،
مرا شصت و پنج و ورا سی و ہفت	بپرسید ازین پیر و تنہا برفت،

علمی تاریخ کا یہ نہایت ناگوار واقعہ ہے کہ فردوسی کو اس کی اعجاز بیانی کی داد نہیں ملی یعنی جب شاہنامہ تیار ہوا تو اس کو اشرفیوں کے بجائے روپے دلوائے گئے

یہ واقعہ عموماً مسلم ہے، لیکن اسباب مختلف بیان کئے گئے ہیں اور سب باہم متناقض ہیں،

لہ دولت شاہ

فردوسی کی ... کا ... اور ... کا سبب

شاہنامہ کی تصنیف ... میں بیٹے کا انتقال

دولت شاہ نے لکھا ہے کہ چونکہ فردوسی نے ایاز کی طرف کبھی رُخ نہیں کیا اس لئے اُس نے دراندازی کی اور محمود کو یقین دلایا کہ فردوسی رافضی ہے، نظامی عروضی کا بیان ہے کہ دربار کا بڑا گروہ وزیراعظم حسن میمندی کا مخالف تھا، اور چونکہ فردوسی کا مربی اور سرپرست وہی تھا اس لئے اس کی ضد پر اس گروہ نے محمود کے کان بھرے اور فردوسی کو معتزلی اور رافضی ثابت کیا، دیباچہ میں ہے کہ فردوسی کو خود حسن میمندی نے تباہ کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ غزنین اور اطراف وجوانب کے امرا فردوسی کو طرح طرح کے تحفے بھیجتے تھے، فردوسی بھی اشعار کے ذریعہ سے اُن کا شکریہ ادا کرتا تھا، حسن کو یہ ناگوار معلوم ہوتا تھا لیکن فردوسی کچھ پروا نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا،

من بندہ کز مبادی فطرت نبودہ ام ۔۔۔ مائل بمال ہرگز وطامع بجاہ نیز

سوئے در وزیر چرا ملتفت شوم، ۔۔۔ چون فارغم ز بارگہ بادشاہ نیز

حسن میمندی مذہباً خارجی تھا، اور فردوسی شیعہ، اس لئے بھی اس نے فردوسی کی مخالفت کی، ان متناقض روایتوں میں سے کس پر اعتبار کیا جائے[1]۔

دیباچہ نویسوں نے ایک اور نکتہ بیان کیا ہے، اور اُسپر ان کو ناز ہے، وہ یہ کہ فردوسی نے شاہنامہ میں جابجا شرافت نسب کو بڑی آب وتاب سے لکھا ہے، اور یہ سلطان محمود کو اسوجہ سے ناگوار ہوتا تھا کہ وہ غلام زادہ تھا اس لئے شرافت کی خوبی پر زور دینا گویا در پردہ اُس پر چوٹ تھی،

تذکرہ نویسوں کا یہ فیصلہ ہے کہ محمود نے فردوسی کے شیعہ پن کی وجہ سے اس کی قدردانی میں کمی کی، لیکن اولاً تو محمود کے دربار میں بہت سے شیعی علماء وفضلا تھے جو نہایت قدر و عزت سے بسر کرتے تھے، ابوریحان بیرونی جو علانیہ شیعہ تھا محمود نے خود فرمان بھیجکر اُس کو بلایا تھا اور نہایت قدردانی کرتا تھا، دربار میں ہندو عیسائی، یہودی ہر مذہب وملت کے اہل کمال تھے، فردوسی نے کیا قصور کیا تھا۔

دیباچہ میں ایک اور وجہ بیان کی ہے اور وہ قرین قیاس ہے،

[1] سلطان محمود کی حکومت میں تین شخصوں کو وزارت کا عہدہ ملا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲ پر ملاحظہ ہو)

سلطان محمود کو دیلمی خاندان سے سخت عداوت تھی، جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ متعصب شیعہ تھے (دیباچہ میں رافضی کا لفظ تھا جس کو ہم نے بدل دیا) اس خاندان کا تاجدار فخر الدولہ تھا، وہ فردوسی کا نہایت قدردان تھا، جب فردوسی نے رستم و اسفندیار کی داستان نظم کی تو اس نے صلہ کے طور پر ہزار اشرفیاں بھیجیں اور لکھا کہ اگر آپ یہاں تشریف لائیں تو نہایت اعزاز و احترام کیا جائیگا، یہ خبر تمام غزنین میں پھیل گئی، محمود نے سُنا تو اُس کو ناگوار گزرا،

اس اجمال کی توضیح یہ ہے کہ سلاطین دیلم عموماً سخت متعصب شیعہ تھے ۳۵۱ھ میں معزالدولہ دیلمی کے حکم سے بغداد کی تمام مسجدوں کی دیواروں پر یہ عبارت لکھی گئی "امیر معاویہ اور غاصب فدک پر لعنت ہے" رات کو لوگوں نے یہ عبارت مٹادی معزالدولہ نے دوبارہ لکھنے کا حکم دیا، لیکن وزیر مہلبی نے رائے دی کہ صرف اسقدر لکھوایا جائے، "ظالمین آل محمد پر لعنت ہے"، البتہ معاویہ کا نام بہ تصریح لکھا جائے، چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی [1] یہ تعصب روز بروز بڑھتا گیا، سیوطی ۳۶۴ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں

وفی ھذہ السنۃ وبعدھا اظھر الرفض	اس سنہ میں اور اس کے بعد، مصر، شام، اور مشرق،
وفا بمصر والشام والمشرق والمغرب	و مغرب میں رفض اُبل پڑا۔

فرقہ باطنیہ جو مسلمانوں کو چھپ چھپ کر قتل کرتا رہتا تھا، اُن کی بڑی جمعیت دیلمیوں ہی کے زیر حمایت تھی، چنانچہ جب ۴۲۰ھ میں سلطان محمود نے مجدالدولہ دیلمی کو گرفتار کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) سب سے پہلے فضل ابن احمد اس منصب پر ممتاز ہوا وہ ابتدا میں سامانی خاندان کا نائب میر منشی تھا پھر سبکتگین کے دربار میں وزارت کے رتبہ پر پہونچا، سبکتگین کے بعد، سلطان محمود نے اسکا عہدہ بحال رکھا علم و فن سے عاری تھا، لیکن مہمات سلطنت کے انتظام میں خداداد ملکہ رکھتا تھا، دس برس وزارت کرنیکے بعد سلطان محمود نے رقابت کی بنا پر معزول کردیا، اس کے بعد حسن میمندی وزیر مقرر ہوا، اٹھارہ سال کے بعد وہ بھی معزول ہوا اور حسن بن محمد کو وزارت [2] کی سند ملی، فردوسی نے فضل بن احمد کی مدح شاہنامہ میں لکھی ہے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ محمود کے دربار میں پہلے فردوسی کی تقریب اسی کی ہوئی اور بالآخر جس نے محمود کو فردوسی کی ناکامی پر متوجہ کیا، وہ حسن بن محمد ہوگا

[1] تہذیب السیر میں ان وزرا کے حالات کسی قدر تفصیل سے مذکور ہیں، [2] ابن الاثیر واقعات ۳۵۱ھ

تو باطنیوں کا ایک گروہ عظیم اسکے ساتھ تھا، ان اسباب سے محمود کو دیلمیوں کے ساتھ نہ صرف مذہبی بلکہ پولیٹیکل دشمنی تھی، اس لیئے وہ فردوسی کے ساتھ فخر الدولہ دیلمی کی خط و کتابت کو مصالح ملکی کے لحاظ سے بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا۔

بہر حال وجہ کچھ ہوا، واقعہ یہ ہے کہ محمود نے فردوسی کی قدردانی کا حق ادا نہ کیا فردوسی حمام میں نہا رہا تھا کہ شاہنامہ کا صلہ پہنچا، فردوسی حمام سے نکلا تو ایاز نے روپے کی تھیلیاں پیش کیں، فردوسی نے بڑی بیتابی سے دست شوق بڑھایا لیکن سونیکے پھل کے بجائے چاندی کے پھول تھے، فردوسی کے دل سے بیساختہ آہ نکلی، تھیلیاں کھڑے کھڑے لٹا دیں اور ایاز سے کہا کہ بادشاہ سے کہنا کہ "میں نے یہ خون جگر ان سفید داغوں کے لئے نہیں کھایا تھا" ایاز نے محمود سے ساری کیفیت بیان کی محمود نے حسن میمندی کو بلا کر ناراضی ظاہر کی اور کہا کہ تیری جرم اندازی نے مجھکو بدنام کر دیا، میمندی نے کہا کہ حضور خاک کی ایک چٹکی بھیجدیتے تب بھی فردوسی کو آنکھوں سے لگانا تھا، انعام شاہی کا رد کرنا بڑی گستاخی ہے،، اس چبھتے ہوئے فقرہ نے محمود کے دل میں بھی اثر کیا، اور برہم ہو کر کہا کہ کل میں اس قرمطی کو اس گستاخی کا مزہ چکھاؤنگا فردوسی کو خبر ہوئی تو سخت پریشان ہوا، صبح کو محمود باغ میں آیا۔ تو، فردوسی نے دوڑ کر پاؤں پر سر رکھدیا اور بدیہۃً یہ اشعار پڑھے،

چو در ملک سلطان که جرخش ستود	بسے ہست ترسا و گبر و یہود،
گرفتند در ظل عدلش قرار	شدہ ایمن از گردش روزگار،
چه باشد که سلطان گردون شکوه	رہے را شمارد یکے زان گروہ،

غلام ۱۲ار

سلطان محمود کو رحم آیا، اور اُسکی تقصیر معاف کی،

غزنین سے چلتے وقت فردوسی نے ایاز کو ایک لفافہ سر بمہر دیا اور کہا کہ میرے جانیکے ۲۰ دن بعد بادشاہ کو دینا، فردوسی ہرات کو روانہ ہوا، محمود نے لفافہ کی مُہر کھولی تو ہجو کے اشعار تھے

سلطان محمود کی ہجو

یکے بندگی کردم اے شہریار،	که ماند ز تو در جہان یادگار،

سلہ ابن الاثیر واقعات سنہ ۳۰ھ

پے افگندم از نظم کاخ بلند ‎ ‎ که از باد و باران نیابد گزند

بسے رنج بردم درین سال سی ‎ ‎ عجم زنده کردم بدین پارسی

چو بر باد دادند گنج مرا ‎ ‎ نبد حاصلے سی و پنج مرا

اگر شاه را شاه بودے پدر ‎ ‎ بسر بر نہادے مرا تاج زر

وگر مادرِ شاه بانو بدے ، ‎ ‎ مرا سیم و زر تا بزانو بدے،

پرستار زاده نیاید بکار ‎ ‎ وگر چند دارد پدر شہریار

سرِ ناسزایان برافراشتن ‎ ‎ وزیشان امید بہی داشتن

سر رشتۂ خویش گم کردن است ‎ ‎ بجیب اندرون مار پروردن است

درختے که تلخ است ویرا سرشت ‎ ‎ گرش برنشانی بباغ بہشت

ور از جوی خلدش بہنگام آب ‎ ‎ بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب

سرانجام گوہر بکار آورد، ‎ ‎ ہمان میوۂ تلخ بار آورد،

ز بد اصل چشم بہی داشتن ‎ ‎ بود خاک در دیده انباشتن

ازان گفتم این بیتہائے بلند ‎ ‎ که تا شاه گیرد ازین کار پند

که شاعر چو رنجد بگوید ہجا ‎ ‎ بماند ہجا تا قیامت بجا

کلام کی جہانگیری دیکھو محمود نے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں، مٹا دیں ملک کے ملک غارت کر دیئے، عالم کو زیر و زبر کر دیا، لیکن فردوسی کی زبان سے جو بول نکل گئے آج تک قائم ہیں اور قیامت تک نہیں مٹ سکتے،

فردوسی غزنین سے نکلا تو اس بے سر و سامانی سے نکلا کہ ایک چادر اور عصا کے سوا کچھ پاس نہ تھا، احباب اور قدر دانوں کی کمی نہ تھی لیکن معتوب شاہی کو کون پناہ دے سکتا تھا تاہم ایاز نے یہ جرات کی کہ جب فردوسی شہر سے باہر نکل گیا تو مخفی طور پر کچھ نقدی اور سامان سفر بھجوا دیا۔ فردوسی ہرات میں آیا۔ اور اسمعیل وراق کے ہاں مہمان ہوا۔ چونکہ سلطان محمود نے ہر طرف فرمان بھیجدیئے تھے، کہ فردوسی جہاں ہاتھ آئے گرفتار کر کے بھیجدیا جائے، چھ مہینہ تک روپوش رہا شاہی جاسوس ہرات میں آئے لیکن فردوسی

کا پتہ نہ لگا سکے، اب اس نے ہرات سے طوس[1] کا رخ کیا، طوس سے قہستان گیا، ناصر لک یہاں کا حاکم تھا، اسکو خبر ہوئی تو ندیمان خاص کو استقبال کے لئے بھیجا اور نہایت اخلاص کے ساتھ پیش آیا۔ فردوسی نے ایک مثنوی لکھنی شروع کی تھی جس میں حاسدوں کی درانداز اپنی مظلومی اور سلطان محمود کی بدعہدی و ناقدردانی کا ذکر تھا،

به غزنین مرا اگرچه خون شد جگر ز بیداد آن شاهِ بیدادگر
کز ان هیچ شد رنج سی ساله ام، شنید از زمین آسمان ناله ام،
همی خواستم تا فغانها کنم، به گیتی از و داستانها کنم
بگویم ز مادرش و هم از پدرش ز ترسم بغیر از خداوند عرش
چو دشمن نمی داند از دوست باز به تیغ زبانش کنم پوست باز
ولیکن ز فرمودهٔ محتشم ندانم کزین پیش چون سر کشم،
فرستادم ار گفته بد اشتم به نزدیک خود هیچ نگذاشتم
اگر باشد این گفتها ناصواب بسوزان در آتش بشو آن در آب
گزشتم ایا سرورِ نیک رای ازین داوری تا بدیگر سرائے
رسد لطف یزدان بفریاد من ستاند بحشر از ز داد من

فردوسی نے مثنوی کے اشعار ناصر لک کو سنائے تو اس نے سمجھایا کہ بدگوئی اہل کمال کی شان نہیں، میں لاکھ روپے ان اشعار کے معاوضہ میں دیتا ہوں اشعار کہیں ظاہر ہونے پائیں، فردوسی نے منظور کیا، ناصر لک نے سلطان محمود کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ فردوسی کے حق میں بڑا ظلم ہوا[2]۔

فردوسی جب غزنین سے روانہ ہوا تھا تو جامع مسجد کی دیوار پر یہ اشعار لکھ آیا تھا

---

[1] چہار مقالہ ۱۲

[2] یہ دیباچہ کی روایت ہے چہار مقالہ میں قہستان کے بجائے طبرستان اور ناصر لک کے بجائے سپہبد شیرزاد کا نام ہے۔ دولت شاہ نے طبرستان کے بجائے رستمدار لکھا ہے۔ طبرستان اور رستمدار در اصل ایک ہی ہیں۔ لیکن سپہبد اور ناصر لک دو شخص ہیں۔ دولت شاہ نے ان میں سے ایک کو چھوڑ دیا ہے،

خجستہ درگہ محمود غزنوی دریاست چگونہ دریا کان را کرانہ پیدا نیست
چہ غوطہ ہا زدم و اندرو ندیدم دُر گناہ بخت من ست این گناہ دریا نیست

اتفاق یہ کہ جسدن ناصر لک کا عریضہ پہنچا۔ سلطان نماز جمعہ پڑھنے کے لئے جامع مسجد میں آیا تھا۔ اتفاق سے ان اشعار پر نظر پڑی نہایت متاسف ہوا۔ مسجد سے آکر ناصر لک کا عریضہ دیکھا اور بھی مکدر ہوا جن لوگوں نے فردوسی کے حق میں کانٹے بوئے تھے اُن کو بلاکر سخت توبیخ کی، کہ تم نے دنیا میں مجھ کو بدنام کر دیا۔

ناصر لک نے گو فردوسی کی بہت کچھ خاطر مدارات کی تاہم سلطان محمود کے ڈر سے اپنے پاس نہ ٹھہرا سکا۔ فردوسی یہاں سے بھی نکلا۔ اور ماژندران میں آیا یہاں وہ شاہنامہ کی نظر ثانی میں مشغول ہوا۔

ماژندران کی حکومت قابوس میں وشمگیر کے خاندان میں چلی آتی تھی اس زمانہ میں سپہبد فرمان روان تھا، اسکو فردوسی کے آنے کی خبر ہوئی تو نہایت مسرت ظاہر کی اور فردوسی کو دربار میں بلایا۔ فردوسی نے مدحیہ اشعار اضافہ کرکے شاہنامہ پیش کیا سپہبد نے چاہا کہ فردوسی کو دربار سے نہ جانے دے لیکن پھر سلطان محمود کا خیال آیا ایک گران بہا صلہ بھیجکر کہلا بھیجا کہ محمود آپ سے ناراض ہے اس لئے میں آپکو ٹھہرا نہیں سکتا آپ اور کہیں تشریف لیجایئے

دیباچہ نویسوں نے لکھا ہے کہ " فردوسی یہاں سے بغداد گیا خلیفہ عباسی نے اسکی، بڑی قدر کی، فردوسی نے عربی میں قصیدے لکھکر پیش کئے اور اہلِ بغداد کی فرمائش سے یوسف زلیخا لکھی، سلطان محمود کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو خلیفہ عباسی کو تہدید کا خط لکھا کہ فردوسی کو فوراً یہاں بھیجدیجئے۔ ورنہ بغداد...... ہاتھیوں کے پانوں کے نیچے ہوگا۔ وہاں سے تین حرف الف لام میم لکھ کر آئے کہ سورۂ الم ترکیف کی طرف اشارہ تھا لیکن یہ تمام بے سروپا مزخرفات ہیں۔

ایک دفعہ سلطان محمود ہندوستان کی مہم سے واپس آرہا تھا۔ راستہ میں دشمن کا قلعہ تھا وہیں ٹھہر گیا اور قاصد بھیجا کہ حاضر خدمت ہوکر اطاعت بجالائے دوسرے دن قاصد جواب لایا

لیکن ابھی کچھ کہنے نہیں پایا تھا کہ محمود نے وزیر اعظم سے کہا کہ دیکھو کیا جواب لایا ہے

وزیر نے برجستہ کہا،

اگر جز بکام من آید جواب — من و گرز و میدان و افراسیاب

محمود ٹھٹھک اٹھا اور پوچھا کس کا شعر ہے؟ وزیر نے کہا اُس بدقسمت کا جس نے ۲۵ برس خون جگر کھایا اور کچھ نہ حاصل ہوا۔ محمود نے کہا مجھ کو سخت ندامت ہے غزنین پہنچکر یاد دلانا غرض پائے تخت میں پہنچکر ساٹھ ہزار اشرفیاں فردوسی کے پاس روانہ کیں، لیکن تقدیر پر کس کا زور ہے، ادھر شہر کے ایک دروازے جس کا نام رودبار تھا صلہ پہونچا اُدھر دوسرے دروازے سے فردوسی کا جنازہ نکل رہا تھا،

بعد مرنے کے مری قبر پہ آیا وہ میر — یاد آئی مرے عیسیٰ کو دوا میرے بعد

طوس میں ایک واعظ صاحب تھے اُنہوں نے فتولی دیا کہ چونکہ فردوسی رافضی تھا اس کا جنازہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہو سکتا۔ ہرچند لوگوں نے منت سماجت کی لیکن بدنفس واعظ نے ایک نہ مانی۔ مجبوراً شہر کے باہر ایک باغ میں کہ خود فردوسی کی ملک تھا دفن کیا۔ سلطان محمود کو پرچہ گزرا تو حکم دیا کہ واعظ شہر سے نکال دیا جائے فردوسی نے اولاد مذکور نہیں چھوڑی تھی۔ صرف ایک لڑکی تھی شاہی صلہ اسکی خدمت میں پیش کیا گیا، لیکن اسکی بلند ہمتی نے گوارا نہ کیا کہ باپ جس چیز کی حسرت میں مر گیا اولاد اُس سے تمتع اُٹھائے، سلطان محمود کو اسکی اطلاع دی گئی حکم دیا کہ اشرفیاں امام ابوبکر اسحاق کے حوالہ کی جائیں کہ اس سے فردوسی کے نام پر ایک کاروان سرائے بنا دی جائے۔ ناصر خسرو نے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ سنہ ۴۳۸ھ میں جب طوس میں پہنچا تو ایک بڑی کاروان سرا دیکھی لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ فردوسی کے صلہ سے تعمیر ہوئی ہے فرہنگ رشیدی اور چہار مقالہ میں لکھا ہے کہ اس کا نام چاہہ ہے، اور مرو اور نیشاپور کے راستہ میں ہے،

عام تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ فردوسی نے سنہ ۴۱۱ھ میں وفات پائی لیکن، فردوسی نے شاہنامہ کے خاتمہ میں تصریح کی ہے کہ شاہنامہ سنہ ۴۰۰ھ میں انجام کو پہنچا

ز ہجرت شدہ پنج ہشتاد بار — کہ گفتم من این نامۂ شہریار،

سلطان نے تلافی مافات کا ارادہ کیا

لہ یہ واقعہ مختلف طریقوں سے مروی ہے لیکن جو روایت نظامی عروضی سمرقندی سے مروی ہے اور اسلئے زیادہ معتبر ہے کہ اس نے سنہ ۵۱۰ھ میں امیر معزی (ملک الشعرا سلطان سنجر) سے سنی تھی اور امیر معزی سے امیر عبدالرزاق نے بیان کی تھی۔ دیکھو چہار مقالہ و انتخابات فردوسی۔

اس کے ساتھ یہ بھی تصریح کی ہے کہ اس وقت اسکی عمر اسّی برس کی تھی،

کنون عمر نزدیک ہشتاد شد — امیدم بہ یکبارہ برباد شد،

شاہنامہ کے ختم ہونے کے بعد، وہ دو چار برس سے زیادہ زندہ نہیں رہا۔ اس لیئے اس کی وفات سنہ ۴۱۱ھ سے چند برس پہلے ہوئی ہوگی،

فردوسی کا مزار مدت تک آباد اور بوسہ گاہ عالم رہا۔ نظامی سمرقندی نے سنہ ۵۱۰ھ میں اسکی زیارت کی تھی، دولت شاہ نے لکھا ہے کہ آج اسکا مزار مرجع عام ہے قاضی نوراللہ شوستری مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ "عبداللہ خان ازبک کی توجہ سے فردوسی کا مقبرہ معمور اور پُر رونق ہے، عام لوگ عموماً اور شیعہ خصوصاً زیارت کو جاتے ہیں، میں نے بھی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے"

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

شاہنامہ

سنہ تصنیف و سبب تصنیف — کیا عجیب بات ہے، جو واقعہ جس قدر زیادہ مشہور ہوتا ہے اُسیقدر اکثر غلط اور بے سروپا ہوتا ہے، عام طور پر مشہور ہے کہ فردوسی نے سلطان محمود کے دربار میں پہنچکر اسکے حکم سے شاہنامہ لکھنا شروع کیا۔ اکثر تذکروں میں بھی یہی لکھا ہے، لیکن یہ غلط اور محض غلط ہے،

فردوسی نے خاتمہ میں خود تصریح کی ہے کہ یہ کتاب سنہ ۴۰۰ھ میں تمام ہوئی۔

زہجرت شدہ پنج ہشتاد بار[1] — کہ گفتم من این نامۂ شہریار

اسکے ساتھ یہ بھی تصریح کی ہے کہ پینتیس برس کتاب کی تصنیف میں صرف ہوئے

سی و پنج سال از سرائے سپنج — بسے رنج بردم بامید گنج،

اس بنا پر تصنیف کا آغاز سنہ ۳۶۵ھ سمجھنا چاہیئے، اور چونکہ سلطان محمود سنہ ۳۸۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس لیئے اس کی تخت نشینی سے مدتوں پہلے شاہنامہ کی ابتدا ہو چکی تھی عام خیال یہ ہے کہ شاہنامہ سلطان محمود کی فرمائش سے لکھا گیا۔ لیکن یہ بھی محض

[1] پانچ کو اسّی میں ضرب دیں تو چار سو ہوتے ہیں ۱۲

غلط ہے - فردوسی نے خود سبب تصنیف لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسکو صرف اپنے اسلاف کا نام زندہ کرنا مقصود تھا،

همی خواهم از داد گر یک خدائے | کہ چندان بمانم بگیتی بجائے
کہ این نامۂ شہریاران پیش | بپیوندم از خوب گفتار خویش
بسے رنج بردم درین سال سی | عجم زندہ کردم بدین پارسی
ہمہ مردہ از روزگار دراز، | شد از گفت من نام شان زندہ باز
چو عیسی من این مردگان را تمام | سراسر ہمہ زندہ کردم بنام
پے افگندم از نظم کاخ بلند | کہ از باد و باران نیابد گزند

بنسر سے دفتر میں جہاں دقیقی کے اشعار نقل کئے ہیں خاتمہ پر لکھتا ہے،

من این نامہ فرخ گرفتم بفال | همی رنج بردم بہ بسیار سال
ندیدم سرافراز بخشندۂ | بگاہ کیان بر نشسته بنده‌ٔ
سخن را نگهداشتم سال بیست | بدان تا سزاوار این گنج کیست
جہاندار محمود با فر وجود | کہ او را کند ماه کیوان سجود

ان اشعار میں صاف تصریح ہے کہ سلطان محمود کے دربار میں پہونچنے سے بیس سال پہلے شاہنامہ شروع ہو چکا تھا،

دیباچہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب کا آغاز اس نے خود اپنے شوق سے کیا، قرائن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، فردوسی فطرةً شاعر تھا - اس کے ساتھ نسل کا مجوسی یعنی شاہان ایران کا ہم قوم تہا، دقیقی نے شاہنامہ کی جو بنیاد ڈالی تھی اور جسقدر شعر لکھ دیئے تھے اسکے چرچے ہر جگہ پھیل گئے تھے اور اس سے اندازہ ہوسکتا تھا کہ اس کتاب میں قبولیت کا کس قدر مادہ ہے یہ اسباب اس بات کے لئے کافی تھے کہ فردوسی نے خود اپنے شوق سے شاہنامہ لکھنے کا ارادہ کیا لیکن چونکہ ایک عظیم الشان کام تھا اور اعانت کے بغیر انجام نہیں پاسکتا تھا سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت تھی کہ تاریخ کا مستند سرمایہ ہاتھ آئے حسن اتفاق یہ کہ فردوسی کے وطن ہی میں ایک شخص کے پاس یہ سرمایہ موجود تھا اور وہ

فردوسی کا مخلص دوست تھا اسکو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے یہ کتاب لاکر فردوسی کو دی۔ چنانچہ فردوسی دیباچہ میں لکھتا ہے،

بہ شہرم یکے مہربان دوست بود | تو گفتی کہ بامن بیک پوست بود
مرا گفت خوب آمد این رائے تو | بہ نیکی خرامد مگر پائے تو ،
نوشتہ من این نامۂ پہلوی | بہ پیش تو آرم مگر نغنوی
شو این نامۂ خسروان باز گوے | بدین جوے زد میہمان آبروے
چو آورد این نامہ نزدیک من | برافروخت این جان تاریک من

فردوسی اگرچہ جیسا کہ نظامی سمرقندی نے لکھا ہے " رئیس زادہ اور خوشحال تھا، تاہم، جب اس نے شاہنامہ لکھنا شروع کیا تو علم دوست امرا نے قدردانی کا اظہار کرنا چاہا لیکن منصور بن محمد نے جو طوس کا حاکم تھا، ایسی فیاضی کا اظہار کیا کہ فردوسی تمام لوگوں سے بے نیاز ہو گیا۔

بدین نامہ چون دست کردم دراز | یکے مہترے بود گردن فراز
جوان بود از گوہر پہلوان ، | خردمند و بیدار روشن روان
مرا گفت کز من چہ آید ہمے | کہ جانب سخن برگراید ہمے ،
بچیزے کہ باشد مرا دست رس | بکوشم بنیازت نہ آرم بکس

افسوس کہ منصور چند روز کے بعد مر گیا۔ فردوسی نے اس کا بہت پردرد مرثیہ لکھا

حسین قتیب۔ علی دیلم۔ بودلف۔ اور فضل ابن احمد کا نام بھی فردوسی کے قدردانون کی فہرست میں داخل ہے، نظامی سمرقندی نے لکھا ہے کہ "حسین قتیب طوس کا عامل تھا" (غالباً منصور کے مرنے کے بعد مقرر ہوا ہوگا۔) اس نے فردوسی کے دیہات کی مالگذاری معاف کردی تھی [۱]

فضل ابن احمد سلطان محمود کا وزیر تھا، جس کے مرنیکے بعد حسن میمندی اس منصب پر ممتاز ہوا، فضل کا تذکرہ بھی فردوسی نے شاہنامہ میں کیا ہے،

[۱] چہار مقالہ نظامی سمرقندی ۱۲

نظامی عروضی کا بیان ہے کہ علی دیلمی شاہنامہ کا مسودہ صاف کیا کرتا تھا۔ اور بودلف راوی تھا۔ یعنی شاہنامہ حفظ یاد رکھتا تھا۔ اور جلسوں اور صحبتوں میں لوگوں کو سناتا تھا۔ لیکن شاہنامہ میں فردوسی نے ان دونوں کا نام اس انداز سے لیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فردوسی کے سرپرست اور مربی تھے۔ کاتب اور راوی نہ تھے،

ازان نامور نامداران شہر　　علی دیلم و بودلف راست بہر،

بودلف کی نسبت قاضی نوراللہ شوستری کا قیاس ہے کہ یہ وہ بودلف ہے جو ایک محتشم رئیس تھا جس کے نام پر اسدی طوسی نے گشتاسپ نامہ لکھا ہے اور دیباچہ میں اس کی مدح و ثنا کی ہے:

ملک بودلف شہریار زمین، ،　　جہاندار ارانی پاک دین

بزرگی کہ با آسمان ہمسر است　　زنسل براہیم پیغمبر است

خوش اعتقاد دیباچہ نویسوں نے لکھا ہے، کہ فردوسی نے جب شاہنامہ لکھنے کا ارادہ کیا تو شیخ محمد معشوق کی خدمت جو ایک مشہور صاحبدل تھے حاضر ہوا اور اُن سے اپنا خیال ظاہر کیا۔ اُنہوں نے کہا تم اس کام کو شروع کرو۔ خدا تم کو کامیاب کرے گا، فردوسی تو کامیاب نہیں ہوا لیکن شاہنامہ کی کامیابی میں کس کو شک ہو سکتا ہے۔

شاہنامہ کا ماخذ

سرجان مالکم[۱] صاحب اپنی تاریخ صفحہ ۶۵ میں لکھتے ہیں

قرن اول کے تمام مورخین لکھتے ہیں کہ چونکہ ایرانیوں نے عرب کے حملے کے روکنے میں نہایت پامردی دکھائی تھی اس لئے پیروانِ اسلام اسقدر برافروختہ تھے کہ اُنھوں نے ایران کی تمام قومی یادگاروں کو برباد کر دیا۔ شہروں کو آگ لگادی، آتشکدے برباد کر دیئے موبدوں کو قتل کرادیا۔ ہر قسم کی کتابیں عموماً برباد کر دیں۔ کتب خانوں کے مالکوں کو قتل کرادیا۔ یہ متعصب عرب قرآن کے سوا اور کچھ نہیں جانتے تھے۔ اور نہ جاننا چاہتے تھے موبدوں کو

[۱] سرجان مالکم صاحب، ایک مدت تک ایران میں انگریزی سرکار کی طرف سے سفیر تھے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲ پر دیکھئے)

مجوس لیتے تھے اور ان کو جادوگر سمجھتے تھے۔ یونان اور روم کی کتابوں سے قیاس ہو سکتا ہے کہ اس طوفان میں ایران کی کسقدر کتابیں بچی ہونگی۔ قریبًا چار سو برس گزر گئے اور کسی نے ایرانیوں کی تاریخ لکھنے پر توجہ نہیں کی۔ سب سے پہلی کوشش اس کے متعلق جو کی گئی وہ سامانیوں نے کی۔ مورخین کو اسمیں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ منصور ثانی نے ابتدا کی بعض کہتے ہیں کہ دقیقی نے شاہنامہ لکھنا اسمٰعیل کے زمانہ میں شروع کیا جو سلسلہ سامانیہ کا پہلا تاجدار تھا۔ غرض چونکہ سلاطین سامانی اپنے آپکو بہرام چوبین کے خاندان سے سمجھتے تھے۔ اس لیئے انہوں نے اپنے اسلاف کا نام زندہ کرنا چاہا۔

مالکم صاحب ایک مدت تک ایران میں رہے ہیں۔ فارسی زبان میں اُن کو پوری مہارت تھی۔ اسلامی تاریخ کی طرف خاص توجہ تھی۔ ان سب باتوں کے ساتھ انکی تحقیقات کا یہ عالم ہے کہ اتنی لمبی چوڑی عبارت میں ایک حرف بھی صحیح زبان سے نہ نکلا۔

مالکم صاحب کے تعصب کے جواب دینے کا یہ موقع نہیں۔ البتہ تاریخی حیثیت سے یہ امر قابل بحث ہے، فردوسی نے جب شاہنامہ لکھنا چاہا تو ایران کا تاریخی ذخیرہ کسقدر موجود تھا۔ عام خیال یہ ہے کہ مسلمانوں میں علوم و فنون کی تدوین ۱۴۳ھ سے شروع ہوئی اور درحقیقت اسلامی علوم و فنون کے متعلق اس سے پہلے کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ غیر قوموں کے علوم و فنون کا ترجمہ اس سے پہلے شروع ہو چکا تھا۔ ہشام بن عبدالملک جو ۱۰۵ھ میں تخت نشین ہوا اور جو سلاطین بنی اُمیہ کا گل سرسبد تھا سب سے پہلے اس نے غیر قوموں کی تاریخ کی طرف توجہ کی۔ اس کا میر منشی جبلہ بن سالم تھا اسنے فارسی زبان کی بہت سی کتابیں ترجمہ کیں۔ جن میں سے جنگ رستم و اسفندیار اور داستان بہرام چوبین بھی تھی۔ شاہان عجم کے علمی ذخیرے جو فتوحات میں ہاتھ آئے تھے اُن میں ایک کتاب تاریخ تھی۔ یہ ایران کی نہایت مفصل اور مبسوط تاریخ تھی جسمیں سلطنتوں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) اُنہوں نے ایران کی تاریخ قدیم و جدید پر ایک کتاب انگریزی میں لکھی مرزا حیرت ایرانی نے اس کا ترجمہ کیا جو دہلی میں سنہ ۱۸۸۸ء میں چھپا ہے۔

(۱) کتاب الفہرست صفحہ [illegible]

حالات کے ساتھ حکومت کے قواعد اور آئین عہد بعہد کے علوم و فنون تعمیرات، وغیرہ کا مفصل حالات تھے ایک خاص جدت یہ تھی کہ تمام سلاطین کی تصویریں بھی تھیں اور تصویروں میں اُن کی خاص وضع قطع، لباس، زیورات اور تمام خصوصیات کو بعینہ دکھایا تھا۔

ہشام نے اس کتاب کا ترجمہ کرایا۔ چنانچہ ۱۱۳ھ میں یہ ترجمہ تیار ہوا۔ مورخ مسعودی نے کتاب الاشراف[1] میں لکھا ہے کہ میں نے ۳۰۳ھ میں بمقام اصطخر یہ کتاب دیکھی سلطنت فارس کے متعلق جس قدر کتابیں فارسی میں موجود ہیں، یہ سب سے زیادہ مفصل ہے"

دولت عباسیہ نے آغاز ہی سے ایران کے علوم و فنون کے ترجمہ کی طرف توجہ کی، ان میں سے تاریخی کتابیں حسب ذیل ہیں۔

خدائی نامہ[2]۔ یہ نہایت مفصل تاریخ تھی اور اسقدر مفقود عام تھی۔ کہ بہرام بن مروان شاہ نے جو دولت عباسیہ کا مترجم تھا۔ جب اس کتاب کو بہم پہنچایا تا چار تو بیس مختلف نسخے اس کو ہاتھ آئے عبداللہ بن المقنع نے اس کتاب کا ترجمہ عربی زبان میں کیا اور اسکا نام تاریخ ملوک الفرس رکھا

آئین نامہ۔ یہ بھی نہایت مفصل کتاب ہے، علامہ مسعودی نے کتاب التنبیہ والاشراف (صفحہ ۱۰۴) میں لکھا ہے۔ کہ یہ بہت ضخیم کتاب اور کئی ہزار صفحوں میں ہے عبداللہ بن المقنع نے اسکا ترجمہ کیا۔

سیر ملوک الفرس	مترجمہ عبداللہ بن المقنع
سیر ملوک الفرس	مترجمہ محمد جہم البرمکی
سیر ملوک الفرس	مترجمہ زادویہ بن شاہویہ الاصفہانی
سیر ملوک الفرس[3]	مترجمہ محمد بن بہرام الاصفہانی

سکیران۔ پہلوی زبان میں تھی، مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ اہل عجم اسکا

[1] کتاب مذکور مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۰۶ و ۱۲

[2] خدائی نامہ کا ذکر تاریخ حمزہ اصفہانی مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۶ و ۲۴ و ۶۴ اور کتاب الفہرست صفحہ ۱۱۸ میں ہے۔

[3] ان چاروں کتابوں کا ذکر تاریخ حمزہ اصفہانی صفحہ ۹ میں ہے۔

کتاب کی نہایت عزت کرتے تھے۔ عبداللہ بن المقفع نے اس کا ترجمہ کیا۔

تاریخ دولت ساسانی	مترجمہ ہشام بن القاسم الاصفہانی۔ اصلاح دادہ بہرام بن مردان شاہ موبد نیشاپور[۱]
کارنامۂ نوشیروان	
شہرزاد و پرویز	اردشیر نے اپنے حالات اور واقعات خود لکھے تھے[۲]
کارنامۂ اردشیر بن بابک	
کتاب التاج	
بہرام و نرسی نامہ	
کارنامہ	نوشیروان کے حالات
مزدک نامہ	

ان کتابوں کے علاوہ سلاطین ایران کے عہدنامے، توقیعات اور فرامین مہیا کئے گئے، اور اُن کا ترجمہ کیا گیا۔ مثلاً وصیت نامۂ نوشیروان بنام ہرمز، عہدنامہ اردشیر بابکان بنام شاپور، کسریٰ و مرزبان کا مکالمہ، نوشیروان کا خط سرداران فوج کے نام نوشیروان اور بزرجمہر کے مراسلات[۳]۔

جب تاریخ ایران کا اسقدر ذخیرہ فراہم ہو چکا، تو مورخین اسلام نے ان کی مدد سے خود مستقل تصنیفیں کیں۔ چنانچہ محمد بن طبری۔ علامہ مسعودی۔ ابوحنیفہ دینوری۔ یعقوبی۔ حمزہ اصفہانی وغیرہ نے ایران کی مبسوط اور مفصل تاریخیں لکھیں جو یورپ کی بدولت آج چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ یہ تمام کتابیں فردوسی کے زمانہ سے پہلے تصنیف ہو چکی تھیں۔ ان واقعات کے بعد، مالکم صاحب کی رائے کو پڑھو کہ "مسلمان چار سو برس تک ایران کی تاریخ سے ناواقف تھے اور سب سے پہلی کوشش سامانیوں کے دور میں ہوئی"۔

---

[۱] ان دونوں کتابوں کا ذکر تاریخ حمزہ اصفہانی صفحہ ۲۴ میں ہے

[۲] مروج الذہب، مسعودی مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۶۲ جلد اول

[۳] ان تمام کتابوں کا ذکر فہرست ابن الندیم صفحہ ۳۰۵ میں ہے،

یہ تمام تصانیف عربی زبان میں تھیں، فارسی میں اسوقت تک ترجمہ کے سوا کوئی مستقل تصنیف نہیں لکھی گئی تھی، غالباً سب سے پہلی کتاب جو تاریخ ایران پر لکھی گئی وہ ابوعلی محمد بن احمد البلخی کی تصنیف تھی جس کا نام اُس نے شاہنامہ رکھا تھا، اسی بنا پر کشف الظنون میں اسکو شاہنامۂ قدیم لکھا ہے:

ابوریحان بیرونی نے آثار الباقیہ[له] میں لکھا ہے کہ مصنف نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ میں نے اِس کتاب کا سرمایہ کتب مندرجۂ ذیل سے فراہم کیا۔ سیر الملوک عبداللہ بن المقفع۔ سیر الملوک محمد بن جہم البرمکی۔ سیر الملوک ہشام بن القاسم۔ سیر الملوک بہرام شاہ بن مروان شاہ سیر الملوک بہرام اصفہانی۔ تصانیف بہرام مجوسی۔

غرض جب دقیقی نے شاہنامہ لکھنے کا ارادہ کیا تو تاریخ عجم کا بہت بڑا ذخیرہ عربی و فارسی میں تیار ہو چکا تھا۔ دقیقی نے سامانیوں کی فرمائش سے یہ کام شروع کیا تھا، سامانیوں کا کتب خانہ اُس زمانہ میں تمام عالم میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ شیخ بوعلی سینا جب اول اول اس کتب خانہ میں داخل ہوا تو اس پر حیرت چھا گئی۔ چنانچہ اس نے اقرار کیا ہے۔ کہ میں نے اتنا نادر اور عظیم الشان کتب خانہ اِس سے پہلے کبھی دیکھا تھا۔ نہ اس کے بعد دیکھا، دقیقی کے لیے یہ تمام تاریخی ذخیرہ مہیا کیا گیا ہوگا اور چونکہ سلطان محمود غزنوی، سامانیوں ہی کا دست پرورد اور اُن کو مٹا کر اُنکا جانشین بنا تھا۔ اِس لئے ہر طرح قرین قیاس ہے کہ وہ سب سامان محمود کو ہاتھ آیا ہوگا۔ اور فردوسی کو اس سے فائدہ اُٹھانے کا موقع یاد ہوگا۔ یہ محض قیاس نہیں بلکہ مورخین کی تصریح سے اِس کی تائید ہوتی ہے کشف الظنون میں ہے

تاریخ الفرس لبعض قدمائھم اصل،
فارس وقد کان معظما عند العجم لما فیہ

تاریخ ایران بعض قدمائے ایران کی تصنیف ہے
عجمی اس کتاب کی اسلیے بہت عزت کرتے تھے کہ اسمیں انکے
آباد اجداد اور سلاطین کے حالات تھے اور یہی کتاب
شاہنامہ وغیرہ کا ماخذ ہے ابن المقفع نے اسکو پہلوی
زبان سے عربی میں ترجمہ کیا۔

[له] دیکھو کتاب مذکور مطبوعہ یورپ صفحہ ۹۹۔

غالباً یہ وہی خدائی نامہ ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔

صاحب مجمع الفصحا لکھتے ہیں۔

"از جملہ نامہائے قدیم جاسپ نہاد۔ کتاب اوستا کہ در ذکر خسروان ایران بودہ دیگر آئین بہمن است۔ در احوال بہمن۔ دیگر داراب نامہ است۔ دیگر دانش افزائے نوشیروانی کہ جامع آن بزرگ مہر حکیم بودہ، و باستان نامہ و دانشور نامہ و خرد نامہ و حکیم ابوالقاسم محمد بن منصور فردوسی آثار و افعال ملوک عجم۔ را از ان نامہا بدست آوردہ"

ان تمام قرائن اور تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ فردوسی کا ماخذ زیادہ تر ایران کی وہ تاریخیں ہیں۔ جو عربی میں ترجمہ ہوگئی تھیں۔ لیکن فردوسی کا قومی غرور عرب کے احسان کو گوارا نہیں کرتا۔ فردوسی کا دعویٰ ہے۔ کہ قدیم زمانہ کی ایک نہایت مبسوط تاریخ ایران کی موجود تھی۔ لیکن مرتب اور مدون نہ تھی۔ موبدون یعنی مذہبی پیشواؤن کے پاس اُس کے مختلف اجزا تھے۔ ایک رئیس دہقان نے ہر جگہ سے بڈھے بڈھے پرانے موبد جمع کئے اور اُن پراگندہ اجزا کو زبانی روایتوں کی مدد سے ترتیب دیکر ایک مکمل کتاب تیار کرائی۔

یکے نامہ بداز گہ باستان ، فراوان بدو اندران داستان

پراگندہ در دست ہر موبدے ازو بہرۂ بردہ ہر بخردے ،

یکے پہلوان بود دہقان نژاد ، دلیر بزرگ و خردمند و راد ،

ز ہر کشورے موبدے سالخورد بیاورد و این نامہ را گرد کرد

بپرسیدشان از نژاد کیان ، وزان نامداران فرخ گوان

بگفتند پیشش یکایک مہان سخنہائے شاہان و گشت جہان

چو بشنید ازین شان سپہبد سخن یکے نامور نامہ افگند بن

فردوسی کا بیان ہے کہ اسی کتاب کو دقیقی نے نظم کرنا شروع کیا تھا۔ لیکن چونکہ ناتمام چھوڑ گیا میں نے اس کی تکمیل کی۔

فردوسی کے بیان کے مطابق شاہنامہ کی اصلی بنیاد اسی کتاب پر قائم کی گئی۔ لیکن جستہ جستہ داستانیں اور ذریعوں سے بھی فراہم ہوئیں۔ رستم و شغاد کا قصہ جہان شروع کیا ہے

تمہید میں لکھا ہے کہ احمد بن سہل کے دربار میں ایک بڈھا تھا جو سام نریمان کی اولاد سے تھا۔
اس کے پاس سلاطین ایران کی تاریخ تھی۔ اور رستم کی اکثر واستانیں اسکو زبانی یاد تھیں۔ شغاد
کا قصہ میں نے اس سے لیکر نظم کیا۔

یکے پیر بد نامش آزاد سرو	کہ با احمد سہل بودے بمرو
کجا نامہ خسروان داشتے	تن و پیکر پہلوان داشتے
بسام نریمان کشیدش نژاد	بسے داشتے رزم رستم بیاد
بگویم سخن آنچہ زو یافتم	سخن را یکایک اندر دگر یافتم

فردوسی کا دعوی ہے۔ ہم کو انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ لیکن یہ امر غور طلب ہے کہ
فردوسی نے خود تیسری جلد میں دقیقی کے اشعار کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے،

یکے نامہ دیدم پر از داستان،	سخنہائے آن پر منش راستان
فسانہ کہن بود و منثور بود،	طبائع ز پیوند او دور بود ؛
گزشتہ برو سالیان دو ہزار	گراید ون کہ برتر نیاید شمار
گرفتم بگو بیندہ بر آفرین،	کہ پیوند را راہ داد اندرین،

تیسرے شعر میں صاف تصریح ہے کہ کتاب مذکور دو ہزار برس کی تصنیف تھی یہ ظاہر ہے
کہ دو ہزار برس پہلے ایران کی جو زبان تھی، وہ فردوسی کے زمانے کی زبان نہ تھی بلکہ ژندی یا
اس کے قریب قریب ہوگی جو سنسکرت سے ملتی جلتی ہے اور جو پہلوی زبان سے بھی بہت مختلف ہے
اس لئے یہ ثابت ہونا ضرور ہے کہ فردوسی اس زبان سے واقف تھا یا کوئی شخص ترجمہ کرتا
جاتا تھا۔ لیکن تذکروں اور خود فردوسی کے بیان میں اسکی کوئی شہادت موجود نہیں،

شاہنامہ کے ماخذ کے متعلق، دیباچہ میں اور چند روایتیں مذکور ہیں، واقعہ نگاری
کے فرض کے لحاظ سے ہم ان کو بھی نقل کرتے ہیں، لیکن جہاں انمیں بدیہی غلطی ہے ہم اسکی
تغلیط کردینگے۔

ساسانیوں کو، ایران کی تاریخ کے مرتب کرنے کا ہمیشہ خیال رہا، انمیں سے نوشیروان
کو سخت شغف تھا۔ چنانچہ تمام اطراف و دیار میں قاصد بھیجکر ہر جگہ سے تاریخی ذخیرے جمع کئے

یزدگرد نے اپنے زمانہ میں ان سب کو دانشور دہقان کے حوالہ کیا کہ کیومرث سے لیکر خسرو پرویز کے زمانہ تک مکمل اور مرتب تاریخ تیار کردے دانشور مذکور مداین کے رؤسا میں تھا اور نہایت صاحب حوصلہ اور فاضل شخص تھا۔اس نے ان تمام ذخیروں کو عمدگی سے ترتیب دیکر ایک مبسوط اور جامع تاریخ تیار کی۔

عربوں کے حملہ میں یہ کتاب حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کی گئی، آپ نے اس کا ترجمہ سنا اور فرمایا کہ یہ مزخرفات کا مجموعہ، دیکھنے کے قابل نہیں۔غرض یہ کتاب لوٹ میں تقسیم ہوکر حبش پہنچی، بادشاہ حبش نے اس کا ترجمہ کرایا وہاں سے ہندوستان پہنچی، یعقوب لیث نے اپنے زمانۂ حکومت میں اسکو ہندوستان سے منگواکر ابو منصور عبدالرزاق بن عبداللہ فرخ کو حکم دیا کہ اس کا ترجمہ کیا جائے، چنانچہ تاج بن خراسانی۔ہروی۔یزدان داد شاپور، سیستانی، ماہوی بن خورشید نیشاپوری، سلیمان طوسی ان سب نے مل کر سنہ ۳۶۰ھ میں اس کا ترجمہ کیا، یہی کتاب سامانیوں کو ہاتھ آئی، اور اُنکے حکم سے دقیقی نے اس کو نظم کرنا شروع کیا

اس روایت کا یہ حصہ کہ کتاب حبش گئی وہاں ترجمہ ہوکر پھر ہندوستان پہنچی ہندوستان سے ایران میں آئی، صریح غلط اور بیہودہ ہے، باقی واقعات صحیح ہوں تو عجب نہیں، یعنی ایران کی کوئی قدیم تاریخ جو یزدگرد کے عہد میں تیار ہوئی تھی۔یعقوب لیث کے زمانہ میں پہلوی سے فارسی میں ترجمہ کی گئی ہو۔

دیباچہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ نوشیروان کے خاندان کا ایک شخص سلطان محمود کے زمانہ میں تھا، اُس کا نام خور فیروز تھا اور فارس میں سکونت رکھتا تھا۔زمانہ کے انقلاب سے آوارہ وطن ہوکر، غزنین پہنچا۔یہاں آکر چرچا سنا کہ سلطان محمود تاریخ عجم کا شیفتہ و دلدادہ ہے، اُس کے وطن میں یہ کتاب موجود تھی، چنانچہ وہاں سے منگواکر سلطان کی خدمت میں پیش کی، اور مورد انعام ہوا۔

تیسری روایت یہ ہے کہ جب تمام مُلک میں سلطان محمود کے شوق کے چرچے پھیلے تو بادشاہ کرمان نے ایک شخص کو جس کا نام آذر برزین تھا۔اور شاپور ذوالاکتاف کے خاندان سے تھا، اور اِس وجہ سے تاریخ ایران کا بڑا سرمایہ اسکے پاس تھا اُس کو سلطان

محمود کی خدمت میں بھیجا۔

شاہنامہ کی وقعت تاریخ کے لحاظ سے | اگرچہ اسمیں شک نہیں کہ شاعرانہ رنگ آمیزیوں نے شاہنامہ کو عام نظروں میں تاریخی درجہ سے گرا دیا ہے تاہم ایران کی کوئی مفصل قدیم تاریخ اس سے زیادہ صحیح نہیں مل سکتی۔

ملکم صاحب بھی تاریخ ایران میں اعتراف کرتے ہیں۔

"یہ کتاب فردوسی اگرچہ افسانہ وخیالات شاعری بسیار دارد لیکن تقریباً جمیع اخبارے کہ در تاریخ قدیم ایران و توران در ملک آسیا (ایشیا) یافت میشود دران مندرج است"

مالکم صاحب نے نہایت تفصیل کے ساتھ شاہنامہ کے واقعات کا یونانی مورخین کے بیان سے مقابلہ کیا ہے اور اکثر جگہ دونوں میں تطبیق دی ہے، علامہ ثعلبی نے جو سلطان محمود کا معاصر تھا ایران کی قدیم تاریخ پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے اس نے بھی جا بجا شاہنامہ کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخی حیثیت سے شاہنامہ کے متعلق مفصل بحث کرنا ہمارا موضوع نہیں، البتہ اس قدر جتانا ضروری ہے کہ شاہنامہ کی بے اعتباری کی بڑی وجہ جو آجکل خیال کی جاتی ہے وہ اس کے دور از کار افسانے ہیں۔ مثلاً دیو سفید۔ مار ضحاک۔ جام کیخسرو وغیرہ وغیرہ لیکن او لاً تو چند واقعات کی بنا پر تمام کتاب کو غلط نہیں کہہ سکتے۔ ہیروڈوٹس گو تمام یورپ تاریخ کا آدم مانا جاتا ہے لیکن اس کی تاریخ میں ہزاروں واقعات فرضی اور وہمی ہیں اور خود یورپ کو اس کا اعتراف ہے دوسرے ایرانیوں کی قدیم تاریخ میں واقعات اسی طرح مذکور تھے۔ اس لئے فردوسی کا فرض بھی فرض تھا کہ اُن واقعات کو بعینہ نقل کر دے۔ علامہ ثعلبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ تمام افسانے گو بالکل بے سرو پا اور خلاف عقل ہیں لیکن چونکہ ایران کی تاریخ میں بہ تواتر بیان ہوتے چلے آتے ہیں۔ اس لئے ہمارا صرف اسقدر فرض ہے کہ جوں کا توں اُن کو نقل کر دیا جائے علامۂ موصوف کے یہ الفاظ ہیں (ذکر قصۂ زال و سیمرغ)

دانا ابرء عن عہدۃ ہذہ الحکایۃ ولولا شہرتھا بکل مکان وفی زمان وعلی کل لسان وجریھا مجری ما یستطاب ویلہی بہ الملوک عند الارق لما کتبتھا وقد کانت العجائب کثیرۃ فی ذلک الزمان الا دل کبلوغ عمر الواحد من اھلہ الف سنۃ وکطاعۃ

الجن والشیاطین للملوک وغیرھا مما یطول ذکرہ (جلد اول صفحہ ۲، مطبوعہ یورپ)

اسی طرح ہفت خوان رستم کے ذکر میں لکھا ہے کہ یہ سب لغویات ہیں۔

ابوریحان بیرونی آثار الباقیہ میں لکھتا ہے،

ولھم فی التواریخ القسم الاول و اعمار الملوک واقاعیلھم المشھورۃ عنھم ما یستنفر عن استماعۃ القلوب تمجہ الاذان ولا تقبلہ العقول	ایرانیون نے پہلے زمانے کی جو تاریخ لکھی ہے اسمیں سلاطین کی عمرون اور انکے کارنامونکے متعلق ایسی باتین بیان کرتے ہیں جنکو سنے سے دل اچٹتا ہے کان انکو برداشت نہیں کرسکتے۔ عقل ان کو قبول نہیں کرتی۔

بعض یورپین مورخین کے نزدیک شاہنامہ کی بے اعتباری کی وجہ یہ ہے کہ اس کے واقعات یونانیون کی تاریخ سے اکثر جگہ مخالف ہیں لیکن اس عقدہ کو علامہ ثعلبی نے بہت پہلے حل کردیا تھا وہ لکھتے ہیں۔کہ "ہمارے پاس ایران کی تاریخ کے متعلق دو ماخذ ہیں۔ ایرانی اور یونانی ہم جانتے ہیں کہ دونون میں اختلاف ہے۔ لیکن یہ مسلم مسئلہ ہے کہ گھر کا حال گھر والا خوب جانتا ہے۔ اس لئے ہم نے یونانیون کے مقابلہ میں ایرانیون کا زیادہ اعتبار کیا"۔[1]

محققین یورپ کی رائے یورپ نے نہایت جد وجہد سے اسلام کے قبل کی ایرانی تصنیفات کثرت سے ڈھونڈھکر نکالین، اور ان میں سے اکثر کو چھاپ کر شایع کیا، چنانچہ پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب کی پہلی جلد میں ایک خاص عنوان قائم کیا ہے "پہلوی لٹریچر" اس کے ذیل میں ان تمام کتابون کی فہرست اور ان کے حالات لکھے ہیں۔ ان میں بعض کتابین اسلام سے پانچ پانچ چھ چھ سے برس پہلے کی تصنیف ہیں، ان میں سے جو کتابین شاہان عجم کی تاریخ ہیں ان کا بیان حرف بہ حرف فردوسی سے مطابق ہے، انہیں میں ایک کتاب کارنامگ ارتخشتر ہے جو پہلوی زبان میں ہے اور ۱۸۹۶ء یعنے زمانہ اسلام سے کسی قدر پہلے کی تصنیف ہے یہ کتاب اصل پہلوی زبان میں مع جرمنی ترجمہ کے شایع کی گئی، اس کی نسبت براؤن صاحب لکھتے ہیں "جب اس کتاب کا شاہنامہ سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ فردوسی نے بڑی ایمانداری برتی ہے۔ اور ہماری نظر میں اس کی وقعت یہ دیکھ کر اور بڑھ جاتی ہے کہ

---

[1] صفحہ ۱۰ مطبوعہ یورپ۔

جن کتابون سے اُس نے شاہنامہ لکھا ہے اُن سے ترتیب وار مطابقت پائی جاتی ہے،" جرمن کے مشہور فاضل پروفیسر نولدکی نے شاہنامہ کے ماخذ اور اس کی تاریخی حیثیت پر ایک مستقل کتاب جرمن زبان میں لکھی ہے اس کے اقتباسات کا ترجمہ مسٹر براؤن نے انگریزی میں کیا ہے اور اپنی کتاب کی جلد اول میں شامل کیا ہے۔ ہم اس کے بعض ضروری مقامات کا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

تاریخ و قدامت "اوستا میں شاہنامہ کی فصلون کا اتنا ذکر آچکا ہے کہ اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب اوستا تصنیف ہوئی۔ تو اُس زمانہ میں ان قومی فسانون کی بڑی بڑی باتین لوگونکو معلوم تھیں۔ اُن کی قدامت کا صرف یہی ایک ثبوت نہیں ہے، کیونکہ نولدکی نے دکھلادیا ہے کہ یونانی مصنفون کی کتابون میں بھی جو اُنھون نے شاہانِ ایران کے بارے میں لکھی ہیں ان بہادرون کا تذکرہ موجود ہے، خاصکر ٹی سی۔ ایس کی کتاب میں جو پانسو برس قبل حضرت مسیح، ارتا بزرک۔ سیبرنی من کا طبیب دربار تھا۔ اور اُس نے اپنی کتاب ایرانی تصانیف کی مدد سے لکھی ہے، یہ واقعات بار بار بیان ہوئے ہیں بلکہ کبھی ایک خاندان سے منسوب ہوئے ہیں کبھی دوسرے سے، مثلاً سائرس ایکی فی مین کے پہلے بادشاہ کو جو واقعات میڈیا والون سے لڑنے میں پیش آئے وہ اردشیر ساسانی اور اس کی پارتھیونکی جنگ کے حالات سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ اِسی طرح عقاب سیمرغ اور ہماشاہ پسند پرندونکا اے کی نی بیز زال اور اردشیر کا محافظ ہونا، اِسی طرح پر نو دبر کیانی اور پیروز ساسانی کو نورانی۔ دشمنوں سے قارین کے خاندان کے دو شخصوں کا بچانا اور اسی قبیل سے دارا اور پیروز کی ملتی جلتی سرگذشتیں ہیں جو قابل غور ہیں۔

بابت کارنڈر بران زریاورس۔ برادر ہس ٹاس پیس اور شہزادی اوڈ ٹانس کا قصہ،

---

۱ Ctesias. ۲ Artaxerxex ۳ mneman

۴ Cyrus ۵ Achaemenian ۶ medes

۷ Parthians ۸ Achaememes ۹ Zapiatres

۱۰ Hystaspes. ۱۱ odetes.

ہم تک اے بختی نیبس[1] سے پہنچا ہے یہ قصہ اُس نے سکندری کی اس تاریخ سے لکھا ہے جو اُس کے دیوان چارس[2] نے تصنیف کی تھی یہی داستان سب میں پُرانی پہلوی کتاب یات[3] رزیران[4] میں بیان ہوئی ہے جو پانچسو برس قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لکھی گئی تھی، یہ چھوٹی مگر ضروری کتاب سب میں قدیم فارسی کتاب ہے جسمیں بہادری کے قصے درج ہیں، گو اُسمیں ایک ہی قصہ ہے مگر اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کل کہانیوں پر عبور ہے، اسی کتاب کو شاہنامہ گشتاسپ یا پہلوی شاہنامہ کہتے ہیں۔

نولدکی کہتا ہے کہ "اگر ہم کو سراسر دھوکا نہوا ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس قصے میں وہ روح موجود ہے جس کا وجود کئی اور قوموں کے بہادری کے قصوں میں موجود ہے خلاصہ حال سب کو معلوم ہے، اس کے خاص خاص حصوں کو کوشش کر کے زینت دی گئی ہے، اور اُس ڈھانچ میں تھوڑی سی کمی بیشی اور ترتیب سے کم و بیش ایک مسلسل اور پوری داستان تیار ہو سکتی ہے اس قصے کے ضروری اجزا عربی کے اس مختصر ترجمہ میں جو طبری نے کیا ہے اور جو شاہنامہ کے بیان سے بالکل مطابق ہے، بعض جگہ تو لفظ بہ لفظ وہی ہے، اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اُسی عام قدیمی روایت سے لیا گیا ہے جو شاہنامہ کا ماخذ ہے"

اس نئی ترتیب سے جس کی طرف نولدکی نے اشارہ کیا ہے وہ اضافہ اور اصلاح مراد ہے جس سے مختلف حصے ایک دوسرے کا پیوند ہو کر ایک دلکش داستان بن جائیں اور کمی سے یہ غرض ہے کہ وہ باتیں اور الفاظ جو مسلمانان کو ناگوار ہیں نہ آنے پائیں جیسا فردوسی اور اوروں نے کیا ہے،

شاہنامہ کے کسانی حصہ کے متعلق ہمارے پاس ایک پہلوی کتاب کارنامک ارتخشتر پاپکان اصل پہلوی اور جرمن میں موجود ہے جب اس کتاب کا شاہنامہ سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ فردوسی نے بڑی ایمانداری برتی ہے اور ہماری نظر میں اُسکی وقعت یہ دیکھکر اور بڑھ جاتی ہے کہ جن کتابوں سے اُس نے شاہنامہ لکھا ہے اُن سے ترتیب وار

[1] Achenaeas [2] Charas [3] Yatkar
[4] Zariran.

مطابقت پائی جاتی ہے۔ کارنامک غالباً سنہ ۶۰۰ء میں تصنیف ہوئی اور اگاتھی اس کا جو سنہ ۵۸۰ء میں تھا شاہان ایران کی تاریخوں کا ساسان پاپک اور اردشیر کے حالات میں حوالہ دینا اس بات کا زائد ثبوت ہے کہ شاہنامہ کے مختلف قصے اس زمانہ کی پہلوی کتابوں میں پائے جاتے تھے

فردوسی کے شاہنامہ پر جو دیباچہ تیمور کے پوتے بایسنقر کے حکم سے سنہ ۱۴۲۵ء میں لکھکر لگایا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دہقان دانشور کا پورا صحیح نسخہ اس ساری داستان کا کیومرث سے لیکر خسرو پرویز یعنی سنہ ۶۲۸ء تک کا یزدجرد ثانی آخری ساسانی فرمانروا کے عہد میں تیار ہو چکا تھا۔ اس پر نولدکی لکھتا ہے کہ یہ "کتاب خواہ کیسی ہی کیوں نہو مگر عرب مورخوں کے ترجموں کا، فردوسی سے خسرو پرویز کی وفات تک مطابق ہونا اور معبد کو مختلف، اس بارۂ خاص میں اس کی صداقت کا ثبوت ہے اور اس کی انتہا درجہ کی ہمدردانہ کوشش اور حق پسندی سے پایا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ کی سرپرستی اور نگرانی میں تصنیف ہوئی تھی،

اس پہلوی خدائی نامہ کا جس کا حمزہ اور مصنف فہرست وغیرہ اور دیگر عرب مورخوں نے ذکر کیا ہے، ابن المقنع نے آٹھویں صدی عیسوی کے وسط میں عربی میں ترجمہ کیا اور اس ذریعے سے تمام عربی دانوں کو اس کا حال معلوم ہو گیا مگر نہایت افسوس ہے کہ یہ ترجمہ ضائع ہو گیا۔ اسی طرح وہ فارسی نثر کا ترجمہ جو سنہ ۹۵۷ء میں ابو المنصور المعمری کے حکم سے ہوا تھا اور ہرات، سیستان، شاہ پور اور طوس کے چار پارسیوں نے، ابو منصور ابن عبد الرزاق حاکم طوس کے لئے کیا تھا، جیسا کہ البیرونی اور نولدکی نے لکھا ہے اسی کی بنا پر دقیقی نے ایک شاہنامہ نوح ابن منصور سامانی بادشاہ کے لئے جو سنہ ۹۷۶-۹۹۷ء تک رہا۔ فارسی نظم میں لکھنا شروع کیا تھا۔ مگر سلطنت گشتاسپ اور زرتشت کی آمد کے متعلق چند ہی ہزار شعر لکھنے پایا تھا کہ اُسے ایک ترکی غلام نے مار ڈالا۔ یہ فردوسی ہی کا حصہ تھا کہ چند سال بعد اس نے اس قومی فسانے کو جو دقیقی نے شروع کیا تھا۔ ساٹھ ہزار اشعار میں جسمیں دقیقی کے اشعار بھی شامل ہیں تکمیل کو پہنچایا۔ اتنا کہنا یہاں اور ضروری ہے کہ شاہنامہ قوم کا پورا پورا افسانہ ہے۔

داستان اردشیر | اس داستان کی جتنی کہانیاں شاہنامہ اور کارنامک پہلوی میں پائی جاتی ہیں حسب تفصیل ذیل ہیں۔

(۱) ساسان جو بہمن دراز دست کی پانچویں پشت میں تھا۔ پاپک شاہ فارس کے ہاں، مویشی چرانے پر نوکر ہے، پاپک خواب دیکھتا ہے کہ ساسان نسل شاہی سے ہے اُس سے بلطف وخوشی پیش آتا ہے، اپنی بیٹی کی اُس سے شادی کرتا ہے اور اردشیر اُس کے بطن سے پیدا ہوتا ہے۔

(۲) پاپک اردشیر کو متبنیٰ کرتا ہے۔ اُس کے جوان ہونے پر اُس کی دلاوری، عقلمندی اور شاہانہ خوبیوں کا تذکرہ اردوان (آخری بادشاہ آشکانی) تک پہنچتا ہے وہ اردشیر کو طلب کرتا ہے، خاطر و مدارات سے پیش آتا ہے، ایک روز اردوان کے بیٹے کے ساتھ شکار کو جاتا ہے، اور وہ اردشیر کے مارے ہوئے شکار کو اپنا بتلاتا ہے، اس پر منفعل ہو کر میر آخور اصطبل شاہی مقرر ہوتا ہے۔

(۳) اردوان کی ایک معتمد ہوشیار اور نازنین پرستار اردشیر پر ترس کھاتی ہے اور دو تیز رفتار گھوڑے مہیا کرکے اُس کے ساتھ فارس کو بھاگ جاتی ہے، اردوان تعاقب کرتا ہے۔ مگر یہ سُنکر کہ شوکت خسروی ایک خوبصورت مینڈھے کی شکل میں اردشیر تک پہنچ گئی ہے واپس آتا ہے

(۴) اردشیر آشکانیوں وغیرہ سے لڑتا ہے اردوان اور اُس کے بیٹے کو شکست دیتا ہے اور (خود کردوں سے زک اُٹھاتا ہے۔

(۵) داستان ہفتان بوخت (ہفتواد) اور کرم کرمانی مع جنگ متھرک (مسرک)

(۶) اردوان اپنی بیٹی (زوجہ اردشیر) کو موت کا حکم سناتا ہے۔ ایک موبد جس کا نام ابرسام ہے اُس کی جان بچاتا ہے۔ اسی کے پیٹ سے شاپور پیدا ہوتا ہے۔ اور باپ اُس بچہ کو لیجاتا ہے

(۷) اردشیر ہندوستان کے حاکم کید یا کیت سے یہ سُنکر کہ ایران کی بادشاہت اس کے یا اُس کے دشمن متھرک کے گھرانے میں جائے گی، متھرک کا استیصال کرتا ہے اُس کی ایک لڑکی قتل عام سے بچکر کسانوں میں پرورش پاتی ہے، شاپور اُسے دیکھکر اُس پر عاشق ہوتا ہے اپنی شادی اور اپنے بیٹے ہرمزد کی پیدائش کو اپنے باپ اردشیر سے چھپاتا ہے، اور ہرمزد کو سات برس کی عمر میں چوگان کے میدان کی بہادری دیکھ کر اردشیر پہچان لیتا ہے،

ہر شخص جس نے کارنامک اور شاہنامہ کا یہ حصہ ساتھ ساتھ پڑھا ہے اس بات کا

اقرار کریگا کہ شاہنامہ پورا چربہ کارنامک کا ہے اس لئے کہ جزئیات میں بھی اختلاف نہیں ہے ہمارے اِس خیال کو کہ فردوسی نے جن قدیم کتابوں سے شاہنامہ لکھا ہے، اُن سے الگ نہیں گیا، پہلوی کے قصہ زریر اور شاہنامہ کے مقابلہ سے اور بھی تقویت ہو جاتی ہے، یہ امر اتفاقی ہے کہ ان حصوں کا ہم اصل کتابوں سے مقابلہ کر سکے مگر ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اور مقامات پر بھی جہاں ہم کو جانچ پڑتال ذریعے حاصل نہیں ہیں وہاں بھی فردوسی نے ادنی بات بھی قدیم ماخذوں کے خلاف نہیں لکھی ہوگی - یہاں ہم داستان اردشیر کی دونوں روایتوں میں سے صرف دو ایک باتوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں - زیادہ گنجائش نہیں ہے - اوّل ہم اس کی پیدائش کا ذکر کرتے ہیں -

کارنامک

سکندر رومی کی وفات پر ایران میں ۲۴۰ مختلف گروہوں کے لوگ حکمران تھے اردوان ان سب میں سر بر آوردہ تھا - اور اصفہان، فارس، اور قرب وجوار کے حصہ پر قابض تھا، پاپک محافظ سرحد اور اردوان کی طرف سے فارس کا گورنر تھا - اور اصطخر[1] میں رہتا تھا، اِس کے کوئی بیٹا نہ تھا جس سے اِس کا نام چلتا - ساسان پاپک کا گوالا تھا اور ہمیشہ اپنے گلوں میں رہتا تھا، مگر وہ دارا ابن دارا کی اولاد میں تھا اور سکندر کے بُرے زمانہ میں وہ بھاگ کر گڈریوں میں جا ملا تھا پاپک کو یہ بات معلوم نہ تھی، ایک رات اُس نے خواب میں دیکھا کہ ساسان کے سر سے سورج نکلا ہے اور اُس نے تمام عالم کو منور کر دیا - دوسری رات دیکھا کہ ساسان ایک سپید ہاتھی پر جس پر قیمتی جھول پڑی ہوئی ہے - سوار جا رہا ہے اور تمام ہفت کشور کے لوگ اُس کے ارد گرد ہیں اسکی اطاعت کرتے ہیں - اور دعائیں دیتے ہیں، تیسری رات اُس نے دیکھا کہ آتش فروبہ گشسپ اور متھر، ساسان کے گھر پر روشن ہے اور ساری دنیا میں اُجالا پھیلا ہوا ہے، ان خوابوں سے گھبرا کر اس نے تعبیر دینیوالوں اور دانشمندوں کو بُلایا - اور اُن سے تینوں خواب بیان کئے معبروں نے کہا کہ یا تو وہ شخص جسکو آپ نے خواب میں دیکھا ہے یا اُسکی اولاد میں سے کوئی شخص تمام دنیا کا بادشاہ ہوگا - کیونکہ،

[1] شاہنامہ میں اسطرح لکھا ہوا ہے ۱۲

سورج اور قیمتی جھول والا ہاتھی۔ زور، طاقت اور فتح کی علامتیں ہیں آتش فروبہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو مذہب سے خوب واقف ہیں۔ اور اپنے ہمسروں میں ممتاز ہیں۔ آتش گشسپ سے جنگجو اور جرگوں کے سردار اور آتش برجین مہر سے دنیا کے کاشتکار مراد ہیں، بس بادشاہت اُسے یا اُسکی اولاد کو ملیگی،، پاپک نے یہ تقریر سُن کر سب کو رخصت کیا اور ساسان کو بلا کر اُس سے پوچھا، تم کس خاندان اور نسل سے ہو، تمہارے بزرگوں اور پرکھوں میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہے،،؟ ساسان نے کہا کہ اگر جان بخشی ہو تو عرض کروں، پاپک نے اجازت دی، ساسان نے اپنا راز افشا کر دیا، اور سارا حال تبلا دیا، پاپک یہ سُن کر خوش ہوا اور کہا کہ میں تمہاری حالت بہتر کر دونگا اور اس کے حکم دیتے ہی پورا لباس شاہی آیا اور ساسان کو عطا ہوا جیب ساسان نے کہا کہ پہنو اُس نے پہن لیا، وہ پاپک کے حکم سے چند روز عمدہ غذائیں کھاتا رہا جس سے اُس کے جسم میں طاقت آگئی، پاپک نے پھر اپنی لڑکی سے اسکی شادی کر دی، اور قسمت کی یاوری سے وہ حاملہ ہو گئی، اور اُس سے تخشتر پیدا ہوا۔

فروبہ۔ فروباگ یا فران باگ کی جگہ فردوسی نے خرہ بد لکھا ہے۔ کارنامک کی عبارت جہاں ساسان کی آمد کا ذکر ہے، بڑی روکھی پھیکی ہے، فردوسی نے اپنے زور قلم سے اُس میں جان ڈالدی ہے اور یہ منجملہ اُن مقامات کے ہے جو فردوسی نے نہایت دلکش پیرایہ میں لکھے ہیں۔

اشعار فردوسی متعلق قصہ بابک و ساسان

چو دارا بہ رزم اندرون کشتہ شد	ہمہ دودہ را روز برگشتہ شد
پسر بد مر او را یکے شاد کام	خردمند و جنگی و ساسانش نام
ازان لشکر روم بگریخت اوی	بدام بلا در نیا میخت اوی
بہ ہندوستان در بزاری بمرد	ز ساسان یکے کودکے ماند خرد
برین ہم نشان تا چہارم پسر	ہمے نام ساسانش کردے پدر
چو کہتر پسر سوئے بابک رسید	بدشت آمد و سرشبان را بدید
بدو گفت مزدورت آید بہ کار	کہ ایدر گزارد بہ بد روزگار،
بہ پذرفت بد بخت را سر شبان	ہمی داشت بارنج روز و شبان

شبے خفتہ بُد بابک روز یاب	چنان دید روشن روانش بخواب
کہ ساسان بہ پیل ژیان برنشست	گرفتہ یکے تیغ ہندی بہ دست
بہ دیگر شب اندر چو بابک بخفت	ہمی بود با الغزش اندیشہ جُفت
چنان دید در خواب کاتش پرست	سہ آتش فروزان بہ بُردے بدست
چو آذر گشسپ و چو خراد و مہر	فروزان چو بہرام و ناہید و مہر
ہمہ پیش ساسان فروزان بُدے	بہر آتش عود سوزان بُدے
سر بابکا از خواب بیدار شد	روان و دلش پُر ز تیمار شد
کسانیکہ در خواب دانا بدند	بدان دانش اندر توانا بُدند
بہ ایوان بابک شدند انجمن	بزرگان فرزانہ و را ئے زن
چو بابک سخن برکشاد از نہفت	ہمہ خواب یکسر بدیشان بگفت
پُر اندیشہ شد زان سخن رہنمائے	نہادہ بدو گوش پاسخ سرائے
سرانجام گفت اے سرافراز شاہ	بہ تاویل این کرد باید نگاہ
کسے را کہ دیدی تو زینسان بخواب	بہ شاہی برآرد سر از آفتاب
گرایدون کہ این خواب از و بگذرد	پسر باشدش کز جہان برخورد
چو بابک شنید این سخن گشت شاد	بر اندازہ شان یک بیک ہدیہ داد
بفرمود تا سر شبان از رمہ	بر بابک آمد بروز دمہ
بیامد دمان پیش او با گلیم	پُر از برف ہشیمین و دل پر ز بیم
بپرداخت بابک ز بیگانہ جائے	پدر شد پرستندہ و رہنمائے
ز ساسان بپرسید و بنواختش	بر خویش، نزدیک بنشاختش
بپرسیدش از گوہر و از نژاد	شبان زو بترسید و پاسخ نداد
ازان پس بدو گفت کاے شہریار	شبان را بجان گر دہی زینہار
بگویم ز گوہر ہمہ ہرچہ ہست	چو دستم بہ پیمان بگیری بہ دست
چو بشنید بابک زبان برکشاد	ز یزدان نیکی دہش کرد یاد

به بابک چنین گفت ازان پس جوان | که من پور ساسانم اے پہلوان
چو بشنید بابک فرو ریخت آب | ازان چشم روشن که او دید خواب
بیاورد پس جامۂ پہلوے | یکے اسپ با آلتِ خسروے
یکے کاخ پُرمایہ اورا بساخت | ازان سر بشبانی سرش بر نواخت
بدو داد پس دخترِ خویش را | پسندیدہ و افسرِ خویش را

کارنامک پہلوی اور شاہنامہ کے بیان میں بہت خفیف فرق ہے۔ جو عموماً تاریخی واقعات میں ہوتا ہے،

مسٹر براؤن نے اور بھی چند داستانیں کارنامک اور شاہنامہ کی مطابقت دکھانے کیلئے درج کی ہیں، لیکن ہم نے طول کے لحاظ سے قلم انداز کیا۔

فردوسی کی وقعت شاعری کی حیثیت سے

عام اتفاق ہے کہ ایران میں اس درجہ کا کوئی شاعر آجتک نہیں پیدا ہوا۔ انوری اُن شعرا میں ہے جن کو لوگوں نے فردوسی کا ہمسر قرار دیا ہے چنانچہ مشہور ہے،

در شعر سہ تن پیمبرانند | ہر چند کہ لا نبی بعدی،
ابیات و قصیدہ و غزل را | فردوسی و انوری و سعدی

لیکن خود انوری کہتا ہے کہ فردوسی ہمارا خداوند ہے۔ اور ہم اُس کے بندے ہیں۔

آفرین بر روان فردوسی، | آن ہمایوں نژاد فرخندہ
آن نہ اُستاد بود و ما شاگرد | آن خداوند بود و ما بندہ

نظامی کہتے ہیں۔

سخن گوئے پیشینہ دانای طوس | کہ آراست زلفِ سخن چون عروس

علامہ ابن الاثیر نے مثل السائر کے خاتمہ میں لکھا ہے، کہ "عربی زبان باوجود اس وسعت و کثرت الفاظ کے شاہنامہ کا جواب پیش نہیں کر سکتی، اور درحقیقت یہ کتاب عجم کا قرآن ہے"

یورپ کے فضلا بھی جو زبان فارسی سے واقف ہیں عموماً فردوسی کی کمال شاعری کے معترف ہیں۔ سرگور اوسلی نے تذکرۃ الشعراء میں فردوسی کو ہومر سے تشبیہ دی ہے اگرچہ ساتھ ہی یہ ناتوانی بھی ظاہر کی ہے۔ کہ "وہ اگرچہ در اصل ہومر کا ہمسر نہیں ہوسکتا، لیکن ایشیا میں اگر کوئی ہومر ہوسکتا ہے تو وہی ہے"

لیکن تعجب اور سخت تعجب ہے، کہ مسٹر براؤن جو آجکل فارسی دانان یورپ میں سب سے ممتاز ہیں۔ فردوسی کے کمال شاعری کے منکر ہیں۔ وہ اپنی کتاب لٹریری ہسٹری آف پرشیا میں لکھتے ہیں۔ کہ، فردوسی کے بعد جو شعرا پیدا ہوئے وہ شاعرانہ خیالات اور شوکت الفاظ دونون حیثیت سے فردوسی سے بالاتر ہیں۔ شاہنامہ سبعہ معلقہ کی بھی برابری نہیں کرسکتا؛ صاحب موصوف کو اسپر حیرت ہے کہ شاہنامہ تمام اسلامی دُنیا میں اس قدر کیون مشہور عام ہوگیا۔ پھر خود اُس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ شاہنامہ میں مسلمانون کے اسلاف کی فخریہ داستانین ہیں۔ اس لیے حُب قوم نے اس کا سکہ جما دیا"

ہم ان سب باتون کے جواب میں صرف یہ کہتے ہیں۔

حریفِ کاوشِ مژگان خون ریزش نہ زاہد   بدست آور رگ جانی ونشتر را تماشا کن

اب ہم شاہنامہ کے اوصاف کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ اسلام کا خاصہ ہے کہ جہان جہان گیا ملک کی زبان سرے سے بدل دی یا اسقدر اسکو مغلوب کرلیا کہ وہ مستقل اور آزاد زبان نہیں رہی اسلام سے پہلے مصر و شام میں قبطی اور سُریانی بولی جاتی تھی، اسلام کے ساتھ تمام ملک کی زبان عربی ہوگئی۔ یہانتک کہ آج عیسائی یہودی وغیرہ بھی عربی زبان کے سوا اور کوئی زبان نہیں بول سکتے؛ ایشیائے کوچک اور قسطنطنیہ میں ترک گئے تو ملکی زبان تُرکی ہوگئی، کابل اور قندھار کی اصلی زبان پشتو ہے لیکن خواص فارسی بولتے ہیں جو اسلامی حکمرانونکی زبان تھی۔ ایران اور ہندوستان سخت جان تھے جہان ملک کی اصلی زبان قائم رہی۔ لیکن عربی الفاظ اس کثرت سے داخل ہوگئے کہ اُن کی آمیزش کے بغیر فارسی یا اُردو لکھنا چاہیں۔ تو لزوم مالایلزم کی محنت اُٹھانی پڑتی ہے،

ایران میں ابتدا ہی سے عربی نہایت شدت سے مخلوط ہوگئی تھی، عباس مروزی نے۔

مامون الرشید کی مدح میں جو قصیدہ لکھا۔ اُس کے چار شعر آج موجود ہیں جنمیں نصف سے زیادہ عربی الفاظ ہیں۔ رودکی اور ابو شکور بلخی وغیرہ کا کلام عربی الفاظ سے بھرا پڑا ہے، سلطان محمود کے زمانہ میں ایک فاضل نے شاہنامہ کے جواب میں عمرنامہ ایک کتاب نثر میں لکھی تھی، وہ ہماری نظر سے گذری ہے اُس کا بھی یہی حال ہے اُسی زمانہ میں شیخ بوعلی سینا نے حکمت علائیہ فارسی زبان میں لکھی اور قصد کیا کہ خالص فارسی میں لکھی جائے۔ لیکن عہدہ برآ نہو سکا۔ فردوسی کی قدرت زبان دیکھو کہ ساٹھ ہزار شعر لکھکر ڈالدیئے۔ اور عربی الفاظ اسقدر کم ہیں کہ گویا نہیں ہیں، اگرچہ اِس خصوصیت کا موجد دقیقی ہے، لیکن کل ہزار شعر اور صرف چند معمولی واقعات ہیں۔ بخلاف اسکے فردوسی نے ہر قسم اور ہر طرح کے سینکڑوں گوناگون مطالب ادا کیے، اور زبان کے خالص ہونے میں فرق نہ آنے پایا۔ عربی کے جو الفاظ خال، خال آئے ہیں۔ اکثر وہ ہیں جو خاص مصطلح الفاظ ہیں۔ مثلاً دین۔ میمنہ۔ میسرہ۔ قلب۔ سلاح۔ عنان وغیرہ وغیرہ، یہ الفاظ اِس طرح اِس زبان میں شائع تھے جسطرح آج کل اُردو میں جج۔ کلکٹر۔ ٹکٹ۔ اسٹیشن وغیرہ ہیں کہ اُن کے بجائے اگر کوئی شخص اور الفاظ استعمال کرے تو ناموزون معلوم ہوں گے۔

حیرت وہاں ہوتی ہے جہاں فلسفیانہ اصطلاحیں آتی ہیں اور وہ اِس بے تکلفی سے سادی فارسی میں اُن کو ادا کرتا جاتا ہے کہ گویا روزمرّہ کی باتیں ہیں۔ بوعلی سینا نے بھی حکمت علائیہ میں یہ کوشش کی۔ لیکن اِس کا نمونہ دیکھو، ابطال غیر تتناہی کے استدلال میں لکھتا ہے،

"بیشی و کمی بالطبع است چنانکہ اندر شمار است یا بہ عرض چنانکہ اندر اندازۂ است کہ از ہر کدام سو کہ خواہی آغاز کنی و ہرچہ اندروے بیشی و کمی است بالطبع باوے مقداری است کہ اورا بہرہ ہا بہر جاکہ بود ندہمہ بیک جائے حاصل و موجود بود وے تتناہی است"

غور کرو اِس کوشش کے ساتھ کس قدر عربی الفاظ اب بھی باقی رہ گئے اور جن عربی الفاظ کا فارسی میں ترجمہ کیا وہ اس قدر نامانوس اور بیگانہ ہیں کہ عبارت معمّا ہوکر رہ گئی۔

عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دو چیزوں میں جب تقدّم و تاخّر ہوتا ہے تو دو طریقہ سے ہوتا ہے بلاواسطہ جس طرح ایک عدد، دو پر مقدم ہے، یا بواسطہ جس طرح مسافت میں آگا پیچھا ہوتا ہے کہ گویا ایک حصہ کو مقدّم اور دوسرے حصہ کو موخّر کہتے ہیں۔ لیکن جہاں سے چاہیں مسافت کو شروع

کر سکتے ہیں، اب قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی چیز میں بالطبع تقدّم وتاخّر ہو گا، ضروری ہے کہ اسمیں مقدار ہو اور مقدار کے تمام اجزا مرتب ہون، یہ بھی ضرور ہے کہ ایسی چیز متناہی ہو،

غور کرو بوعلی سینا کی عبارت سے کیا کوئی شخص یہ سمجھہ سکتا ہے؟

فردوسی نے آغاز کتاب میں مخلوقات کی پیدایش کی ابتدا، عناصر کا وجود، اور اُن کی ترتیب اور انقلابات لکھے ہیں۔

از آغاز باید کہ دانی درست — سرمایۂ گوہران از نخست
کہ یزدان زناچیز چیز آفرید — بدان تا توانائی آمد پدید،
وزو مایۂ گوہر آمد چہار، — برآوردہ بے رنج وبے روزگار
نخستین کہ آتش زجنبش دمید — زگرمیش پس خشکی آمد پدید
وزان پس زآرام سردی نمود — زسردی ہمان باز ترسی فزود
چو این چار گوہر بجائے آمدند — زبہر سپنجی سرائے آمدند
گیا رُست، با چند گونہ درخت — بزیر اندر آمد سران شان بخت
ببالد زارد جزین نیرو ے، — نپوید چو پوبندگان ہر سوئے
نگہ کُن برین گنبد تیز گرد، — کہ درمان ازوی ست وزوی است درد
نہ گشت زمانہ بفرسایدش — نہ این رنج وتیمار بگزایدش
نہ ازگردش آرام گیرد ہمی — نہ چون ما تباہی پذیرد ہمی

یونانیون کے نزدیک آفرینش کی ابتدا اور اُس کی تاریخ یہ ہے کہ خدا نے مادہ پیدا کیا، مادہ سے عناصر پیدا ہوئے۔ حرکت سے آگ پیدا ہوئی، آگ کی گرمی نے یبوست پیدا کی جس سی خاک کا وجود ہوا، پھر سکون کی وجہ سے رطوبت پیدا ہوئی۔ رطوبت نے پانی پیدا کیا، اس طرح چار عنصر پیدا ہوئے، پھر نباتات کا وجود ہوا، جنمیں صرف نمو کی قوت ہے، متحرک بالارادہ نہیں۔

آسمان کی نسبت یونانیون کا خیال تھا کہ وہ ابدی ہیں، اور امتداد زمانہ سے اُنمیں تغیر اور زوال نہیں ہو سکتا، فردوسی نے اِن مسائل کو ایسے سادہ اور صاف الفاظ میں ادا کیا ہے، کہ معمولی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ ان میں فلسفیانہ،

اصطلاحیں ہیں، لیکن درحقیقت سب فلسفہ کے خاص الفاظ ہیں، اُنکے مقابل کے عربی الفاظ دیکھو

سرمایہ	مادّہ	توانائی	وجود
گوہر	عنصر	جنبش	حرکت
آرام	سکون	پوئیدہ	متحرک بالارادہ
گشت	دوران	فرسودن	تغیّر
تباہی	فنا		

اس طرح اور بہت سے الفاظ ہیں۔ ہم نے صرف نمونہ دکھایا ہے،

۴۰ دوسری خصوصیت

۲- ایشیائی تاریخون کے متعلق عام شکایت ہے کہ ان میں بجز جنگ وخونریزی کے اور کچھ نہیں ہوتا یعنی وہ حالات بالکل نہیں ہوتے ہیں جن سے اُس زمانہ کے ملکی معاملات اور قوم کی تہذیب ومعاشرت کا حال کُھل سکے یہ شکایت بہت کچھ صحیح ہے، لیکن شاہنامہ اس سے مستثنیٰ ہے، شاہنامہ اگرچہ بظاہر صرف رزمیہ نظم معلوم ہوتی ہے، لیکن عام واقعات کے بیان مین اِس تفصیل سے ہر قسم کے حالات آتے جاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چاہے تو صرف شاہنامہ کی مدد سے اُس زمانہ کی تہذیب وتمدن کا پورا پتہ لگا سکتا ہے، بادشاہ کیونکر دربار کرتا تھا، امرا کس ترتیب سے کھڑے ہوتے تھے، عرض معروض کرنے کے کیا آداب تھے، انعام واکرام کا طریقہ کیا تھا، بادشاہ اور امرا کا درباری لباس کیا ہوتا تھا؟ فرامین اور توقیعات کیونکر اور کس چیز پر لکھے جاتے تھے، نامہ وپیام کا کیا انداز تھا، مجرمون کو کیونکر سزائین دی جاتی تھیں، بادشاہی احکام پر کیونکر نگینہ چھینی کیجاتی تھی وغیرہ وغیرہ،

شادیون کے کیا مراسم تھے، جہیز میں کیا دیا جاتا تھا، عروسی کی کیا کیا رسمیں تھیں، دولہا اور دُلہن کا کیا لباس ہوتا تھا، پیش خدمت، غلام، اور لونڈیون کی وضع اور انداز کیا تھا،

خط کتابت کا...... کیا طریقہ تھا، کس چیز سے ابتدا کرتے تھے، خاتمہ کی کیا عبارت ہوتی تھی، خطوط کس چیز پر لکھے جاتے تھے، اُن کو کیونکر بند کرتے تھے، کس چیز کی مُہر لگاتے تھے مالگزاری کے ادا کرنے کا کیا دستور تھا، زمینوں کی کیا تقسیم تھی، مالگذاری کی مختلف شرحین کیا تھیں ٹیکس کیا کیا تھے، کون کون لوگ ٹیکس سے معاف ہوتے تھے۔

یہ تمام باتین شاہنامہ سے بہ تفصیل معلوم ہوتی ہیں، نمونہ کے طور پر ہم چند مثالین نقل کرتے ہیں

(۱) بیژن کی مہم میں کیخسرو نے رستم کو زابل سے بلایا ہے اور اس کے لئے باغ میں دربار کیا ہے، دربار میں تخت زرین بچھایا گیا ہے، اس پر ایک مصنوعی درخت نصب ہے، جسکا سایہ بادشاہ پر پڑتا ہے، درخت چاندی کا ہے، یاقوت کی شاخین ہیں، موتیون کے خوشے دانے ہیں، زرین ترنج اور سیب پھلے ہوئے ہیں، جو مجوف ہیں اور ان کے اندر مشک کا برادہ ہے ہوا جب چلتی ہے تو مشک جھڑتی ہے اسی کے قریب قریب وہ فرش تھا جو حضرت عمر کے زمانہ میں ایران کی فتح میں آیا تھا، ان تمام باتون کو فردوسی نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے:

در باغ بگشادہ سالار بار　　نشستنگہی ساخت بس شاہوار
بفرمود تا تاج زرین و تخت　　نہادند زیر گل افشاں درخت
درختے زدند از بر گاہ شاہ　　کجا سایہ گستر و بر تاج و گاہ
تنش سیم و شاخش ز یاقوت زر　　برو گونہ گون خوشہ ہائے گہر
عقیق و زبرجد ہمہ برگ و بار　　فروہشتہ از شاخ چوں گوشوار
ہمہ بار زرین ترنج و بہی،　　میان ترنج و بہی بُد تہی
بدو اندروں مشک سودہ بمے　　ہمہ پیکرش سفتہ برسان نے
کرا شاہ برگاہ بنشاندے　　بر او باد ازان مشک بفشاندے
بیامد نشست او بہ زرینہ تخت　　بسر برش ریزندہ مشک از درخت
ہمہ مے گساران بہ پیش اندرا　　ہمہ بر سراں افسر از گوہرا
ہمہ طوق بر سینہ و گوشوار　　بہ بر بر ہمہ جامۂ زرنگار،

(۲) افراسیاب نے جب اپنی بیٹی فرنگیس کی شادی سیاوش سے کی ہے اور فرنگیس، سیاوش کے گھر آئی ہے تو اس کی مہمانی اور عروسی کے ساز و سامان کو اس طرح بیان کیا ہے

بہ گنج اندر انچہ بُد اندرون نامدار　　گزیدند زر بفت چینی ہزار،
زبرجد طبقہا و فیروزہ جام،　　پر از نافۂ مشک و پر عود خام
دو افسر پر از گوہر و گوشوار　　دو یارہ، یکی طوق و دو گوشوار

ز گستردنیها شتر دار شصت | ز زربفت پوشیدنیها سه دست
یکی تخت زرین و کرسی چهار | سه نعلین زرین ز برجد نگار
پرستنده سی صد بہ زرین کلاه | ز خوبیشان نزدیک صد نیک خواه
پرستار با جام زرین دو بیست | تو گفتی بہ ایوان درون جای نیست
همی صد طبق مشک صد زعفران | همی رفت گلشهر با خواهران،

اسفندیار کا تابوت رستم نے روانہ کیا تھا، تابوت کے مراسم دیکھو،

یکی نغز تابوت کرد آهنین | بگستر دو فرشی ز دیبای چین،
درانددو یک روی آهن بہ قیر | پراگندہ بر قیر و مشک و عبیر،
وزان پس کہ پوشید روشن برش | ز پیروزہ بر سر نهاد افسرش
چهل اشتر آورد رستم گزین | ز بالا فروهشتہ دیبای چین
یکی اشتری زیر تابوت شاه | چپ و راست اشتر پس اندر سپاه
پشوتن همی رفت پیش سپاه | بریدہ فش و دم اسپ سیاه
برو بر نهادہ نگونسار زین، | ز زین اندر آویختہ گرز کین،
همان نامور خود و خفتان اوی | همان ترکش و مغفر جنگجوی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں کسی امیر کا جنازہ نکلتا تھا تو لوہے کے تابوت میں رکھ کر لیجاتے تھے، تابوت کے ایک رُخ کو سیاہ زنگ سے رنگ دیتے تھے، پھر اُس پر مشک و عنبر چھڑکتے تھے، میت کو کپڑے پہناتے تھے، اور سر پر تاج رکھتے تھے تابوت کو اونٹ پر محمل میں رکھتے تھے: اور اُس کے داہنے بائیں اور بہت سے اونٹ ساتھ ساتھ چلتے تھے پیچھے فوج ہوتی تھی، میت کی سواری کا گھوڑا ساتھ ہوتا تھا، اُسکی بال اور دُم کاٹ دیتے تھے، زین الٹ کر رکھتے تھے، میت کے اسلحہ جنگ زین پر لٹکتے چلتے تھے،

تیسری بحث

(۳) ایشیائی شاعری کا عام قاعدہ ہے کہ کسی داستان کے بیان کرنے میں حسن و عشق کا کہیں اتفاقی موقع آجاتا ہے، تو اسقدر پھیلتے ہیں۔ کہ تہذیب و متانت کی حد سے کوسوں آگے نکل جاتے ہیں، نظامی اور جامی جیسے مقدس لوگ اس حمام میں آکر ننگے ہوجاتے ہیں

لیکن فردوسی باوجود اسکے کہ اس کو تقدس کا دعوی نہیں ایسے موقعوں پر آنکھ نیچی کئے ہوئے آتا ہے اور صرف واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے ایک سرسری غلط انداز نگاہ ڈالتا ہوا گزر جاتا ہے، بیژن اور منیژہ کی صحبت عیش کو جہاں لکھا ہے، کہتا ہے،

نشستنگہ رود و می ساختند ۔ زبیگانہ خرگہ بپرداختند،
پرستندگان ایستادہ بپائے ۔ ابا بربط و چنگ و رامش سرائے
بہ دیبا زمین کردہ طاؤس رنگ ۔ ز دینار و دیبا چو پشت پلنگ،
چہ از مشک و عنبر چہ یاقوت و زر ۔ سراپردہ آراستہ سربسر
مے سالخوردہ بجام بلور، ۔ برآوردہ با بیژن گیو زور،
سہ روز سہ شب شاد بودہ بہم ۔ گرفتہ بر او خواب ہستی ستم

زال اور رودابہ کے عاشقانہ اختلاط میں زیادہ پھیلاہے، پھر بھی یہ رنگ ہے،

گرفت آن زمان دست دستان بدست ۔ برفتند ہر دو بکردار مست
سوئے خانۂ زرنگار آمدند ۔ بدان مجلس شاہوار آمدند
شگفت اندران ماہ بار زال زر ۔ بدان روئے و بالاو آن موی و فر
دو رخسارہ چون لالہ اندر چمن ۔ سر جعد زلفش شکن در شکن،
ز دیدنش رودابہ می نارمید ۔ بدزدیدہ در وے ہمی بنگرید
ہمی بود بوس و کنار و نبید، ۔ مگر شیر[1] کو گور را نشکرید،

چوتھی خصوصیت

۴- عام خیال ہے کہ فردوسی بزم اچھی نہیں لکھتا۔ یہ شبہ یوسف زلیخا میں اس کی شاعری کا رتبہ بہت گھٹ گیا ہے، لیکن یہ اس کے رنج و غم اور دل شکستگی کا زمانہ تھا جب اس کے تمام جذبات افسردہ ہو چکے تھے، یوسف زلیخا لکھنے سے اس کا مقصد صرف مذہبی جماعت کو خوش کرنا تھا۔ جو اتنی بات پر فردوسی سے ناراض تھے کہ اُسنے مجوسیوں کی مدح و ثنا میں کیوں اسقدر اوقات صرف کی لیکن شاہنامہ میں جہاں جہاں بزم کا موقع آیا ہے، شاعری کا چمن زار نظر آتا ہے،

زال رودابہ پر عاشق ہوا ہے، اسکے شوق میں گھر سے نکلا ہے، اُسکو خبر ہوتی ہے وہ

[1] یعنی دیکھو شیر نے گورخر کو پاکر شکار نہیں کیا ۱۲

لب بام آکر کھڑی ہوتی ہے، زال کوٹھے کے برابر آکر اوپر جانے کی تدبیرین سوچتا ہے رودابہ اپنی چوٹی کھول لٹکا دیتی ہے کہ اسکے سہارے چڑھ آوٴ، زال زلف کو بوسہ دیتا ہے اور کمند ڈالکر کوٹھے پر اُترتا ہے، دونون مِل جُل کر بیٹھتے ہیں، لطف ومحبت کی باتین ہوتی ہیں شراب کا دور چلتا ہے، یہ سما دیکھو کس طرح دکھایا ہے،

سپہبد سوئے کاخ بنہاد روے ‌ ‌ ‌ ‌ چنان چون بود مردم جُفت جوئے

برآمد سیہ چشم [زال ۱۲] گل رُخ بہ بام، ‌ ‌ ‌ ‌ چو سرو سہی بر سرش ماہ تام

چو از دور دستان [زال ۱۲] سام سوار ‌ ‌ ‌ ‌ پدید آمد آن دختر نامدار،

دو بیجادہ [یاقوت ۱۲] بکشاد و آواز داد ‌ ‌ ‌ ‌ کہ شاد آمدی ای جوان مرد شاد

پری روے [یعنے لب ۱۲] گفت و سپہبد [زال ۱۲] شنود ‌ ‌ ‌ ‌ ز سر شعر گلنار بکشاد زود ،،

کمندی کشاد او ز سرو بلند ‌ ‌ ‌ ‌ کس از مشک زان سان نہپید کمند

خم اندر خم و مار بر مار بود، ‌ ‌ ‌ ‌ بران عنبرین تار بر تار بود ،،

فرو ہشت گیسو ازان کنگرہ، ‌ ‌ ‌ ‌ کہ باز یار و شد تا بہ بُن یکسرہ

پس از بارہ رودابہ آواز داد ‌ ‌ ‌ ‌ کہ اے پہلوان [لنگ آبابا ۱۲] بچۂ گُرد زاد،

بگیر این سر گیسو [قلعہ ۱۲] از یک سویم؛ ‌ ‌ ‌ ‌ ز بہر تو باید ہمے گیسویم ،،،

بدان پرورا نیدم این تار را ‌ ‌ ‌ ‌ کہ تا دستگیری کند یار را

نگہ کرد زال اندران ماہروے ‌ ‌ ‌ ‌ شگفتی بماند اندران رود موئے

بسائید مشکین کمندش بہ بوس، ‌ ‌ ‌ ‌ کہ بشنید [تعجب ۱۲] آوا ز بوسش عروس

چنین داد پاسخ کہ این نیست داد ‌ ‌ ‌ ‌ چنین روز خورشید روشن مباد

کمند از رہی بستد و داد خم ‌ ‌ ‌ ‌ بیفگند بالا، نزد ہیچ دم

بہ حلقہ در آمد سر کنگرہ ‌ ‌ ‌ ‌ برآمد ز بُن تا بسر یکسرہ ،

چو بر بام آن بارہ بنشست باز ‌ ‌ ‌ ‌ بیامد پری روے و بردش نماز

(آگے کے اشعار اوپر گذر چکے)

تم کہو گے کہ رودابہ نے زال کو کہیں جوانمرد، کہیں پہلوان بچہ کہہ کے خطاب کیا ہے اور

خود فردوسی رود ابر کی تعریف میں بالا اور فر وغیرہ الفاظ استعمال کرتا ہے حالانکہ بزم کی لطافت اور نزاکت ان الفاظ کی متحمل نہیں ہو سکتی، لیکن یہ فردوسی کی نکتہ سنجی اور بلاغت شعاری کی دلیل ہے اسکو معلوم ہے کہ وہ کابل وزابلستان کے محبوب کا ذکر کر رہا ہے، لکھنؤ کا نہیں وہاں کے لوگ آج بھی اپنے پیارے اور چہیتے کی نسبت یہی الفاظ بولتے ہیں کابل کا معشوق لکھنؤ کیطرح دھان پان نہیں ہوتا ہے بلکہ بالبرہ قامت پُر اندام اور تنومند ہوتا ہے اس لئے بالا اور فر کا لفظ وہاں کے معشوق کی اصلی تصویر ہے،

بیژن جب افراسیاب کی سرحد میں پہنچا ہے تو گرگین نے اس سے بیان کیا کہ یہاں سے پاس ایک مرغزار ہے، جہاں سال میں ایک دفعہ افراسیاب کی بیٹی منیژہ سہیلیوں کے ساتھ سیر کو آتی ہے اور ہفتوں رہتی ہے، دیکھو فردوسی نے اس موقع پر مرغزار کی بہار اور پریرویوں کے جھرمٹ کی تصویر کس طرح کھینچی ہے،

ہمہ بیشہ و باغ و آب روان	یکے جایگاہ از در پہلوان
زمین پرنیان و ہوا مشک بوی	گلابست گوئی بگرآب جوی،
خسم آوردہ از بار شاخ سمن	صنم شد گل و گشت بلبل شمن،
خرامان بہ گرد گلان بر تذرو،	خروش بدن بلبل از شاخ سرو
پریچہرہ بینی ہمہ دشت و کوہ،	بہر سو بہ شادی نشستہ گروہ
ہمہ دخت ترکان پوشیدہ روی[1]	ہمہ سرو قد و ہمہ مشک بوی)،
ہمہ رُخ پر از گل، ہمہ چشم خواب	ہمہ لب پر از مے بہ بوی گلاب،

اخیر شعر پر غور کرو "ہمہ چشم خواب" کے مبالغہ اور بیساختگی پر متاخرین کے ہزاروں تکلفات اور مضمون آفرینیاں نثار ہیں۔

ایک اور موقع پر ایک پری چہرہ کی تصویر کھینچتا ہے

دو ابرو کمان و دو گیسو کمند	بہ بالا بہ کردار سرو بلند
دو برگ گلش سوسن می سرشت	دو شمشاد عنبر فروش از بہشت

[1] اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ پردہ کی رسم ایرانیوں میں بھی قدیم سے ہے ۱۲۔

بناگوش تابندہ خورشید وار | فروہشتہ زو حلقہ گوشوار،
لبان از طبرزد زبان از شکر | دہانش مکلل بہ دُرّ و گہر

ان سادہ اور فطری مبالغوں کو دیکھو "لبان از طبرزد زبان از شکر"
لیکن یہ نہ سمجھنا کہ وہ مضمون آفرینی اور خیال بندی کے تکلفات سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا
اس انداز میں بھی وہ کسی سے کم نہیں،

بہ دنبال چشمش یکے خال بود | کہ چشم خودش ہم بہ دنبال بود

سہراب نے جب ایران کی سرحد میں پہنچکر قلعہ سپید کا محاصرہ کیا ہے تو قلعہ سے ایک
عورت مردانہ لباس پہنکر نکلی ہے اور سہراب سے جنگ آزما ہوئی ہے، دیر تک رد و بدل کے
بعد سہراب نے اسکو گرفتار کیا جھلم چہرے سے ہٹی تو معلوم ہوا کہ عورت ہے، سہراب فریفتہ
ہو گیا۔ لیکن عورت فریب دیکر نکل گئی۔ سہراب سپہگری چھوڑ کر عشق کا دم بھرنے لگا، دیکھو
دیکھو فردوسی اس کے نالہ و زاری کو کس طرح ادا کرتا ہے،

ہمی گفت اندان پس دریغا دریغ | کہ شد ماہ تابندہ در زیر میغ
غریب آہوے آمدم در کمند | کہ از بند جست و مرا کرد بند
عجب ہرن میری کمند میں آیا | کہ خود چھٹ کر نکل گیا اور مجھکو قید میں ڈال گیا
زہی چشم بندے کز آن پر فسون | بہ تیغم نہ خست و مرا ریخت خون
اس شعبدہ کو دیکھو اس جادوگرنی نے | مجھکو تلوار نہیں ماری لیکن میں قتل ہو گیا
ندانم چہ کرد آن فسون گر بہ من | کزاں گہ مرا بست راہ سخن،
بہ زاری مرا خود ہمی باید گریست | کہ دلدار خود را ندانم کہ کیست
ہمی گفت و میسوخت از غم بسے | نمی خواست رازش بداند کسے
ولے عشق پنہان نماند کہ راز | بر مردم نماید ہمی اشک باز،
غم جان بر آرد خروش از درون | اگرچند عاشق بود ذو فنون،

ہرچند ۱۲

ان شعروں میں عشقیہ شاعری کی تمام ادائیں موجود ہیں۔ استعارات اور تشبیہات
کا ہلکا سا رنگ ہے، شاعرانہ ترکیبیں ہی ہیں ع کہ از بند جست و مرا کرد بند۔

ع بہ نیغم نہ خست و مرا ریخت خون، یہ سب کچھ ہے لیکن فردوسی اِس بات کو نہیں بھولا - وہ سہراب کی داستان لکھہ رہا ہے، محمد شاہ و واجد علی شاہ کی نہیں، اِس لئے فوراً سہراب کو ہومان کی زبان سے نصیحت کرتا ہے، اور دیکھو ایک جوہمانہ مند فراخ کی نصیحت کا کیا انداز ہے،

ازان کار ہومان نبودش خبر ، کہ سہراب راہست چون در جگر
ولے از فراست بدل نقش بست ، کہ او را پریشانیے داد دست ،
بہ دام کسے پائے بند آمدہ است ، ز زلفِ تبے در کمند آمدہ است
نہان میلند درد و خونین دل است ، ہوس میبرود زاہ و پا در گل است
یکے فرصت جُست و گفتش بہ راز ، کہ اے شیر دل گرد گردن فراز ،
فریب پری پیکرانِ جوان ، نخواہد کسے کو بود پہلوان
نہ رسم جہانگیری و سروری است ، کہ از مہر ماہے بباید گریست
ز توران بہ کارے برون آمدیم ، شنا ور بدریائے خون آمدیم ،
اگر چند این کار باشد بہ کام ، ولے ہست در پیش رنجے تمام
بباید شہنشاہ کاؤس و طوس ، چو رستم کہ بر شیر دارد فسوس

پھر بہت سے ایرانی پہلوانوں کے نام گنا کر کہتا ہے،

توئی مرد میدان این سروران ، چہ کارت بہ عشق پری پیکران
تو کارے کہ داری نہ بُردی بسر ، چرا دست بازی بہ کارِ دگر ،
بہ نیروی مردی جہان را بگیر ، ز شاہان بدست آر تاج و سریر
چو کشور بدست تو آید فراز ، بہر جائے خوبان برندت نماز
ازان گفتہ سہراب بیدار شد ، دلش بستۂ بند پیکار شد
بگفتش اے سر نامداران چین ، بگفتار خوبت ہزار آفرین ،
شنید این گفت تو داروی جان من ، کنون با تو نوگشت پیمان من ،
جہان را سراسر چہ خشک و چہ آب ، در آرم بفرمان افراسیاب
بگفت این و دل راز دلبر بکند ، بر آمد بر افراز تختِ بلند ،

دیکھو ایک شجاع دامِ عشق میں اتفاقاً پھنس ہی جاتا ہے تو کس طرح جلد چھوٹ کر نکلجاتا ہی فردوسی نے موقع پاکر عشقیہ شاعری کا کمال بھی دکھلادیا، اور پھر متانت اور شائستگی کا سررشتہ کہیں ہاتھ سے نہ چھوٹا، متاخرین بلکہ نظامی وسعدی کو بھی اتنا سہارا ہاتھ آجاتا تو خدا جانے کہاں سے کہاں نکلجاتے،

۵۔ شاعری کا اصلی کمال واقعہ نگاری اور جذبات انسانی کا اظہار ہے، اِن دونوں باتوں میں وہ تمام شعرا کا پیش رو اور امام ہے، وہ جس واقعہ کو لکھتا ہے اُس کے تمام جزئیات اور گردوپیش کے ہر قسم کے حالات اور واقعات ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر پیدا کرتا ہے، پھر اُن کو اس خوبی کے ساتھ ہوبہو ادا کرتا ہے، کہ واقعہ کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرجاتی ہے اور شعرا یا تو واقعہ کے متعلق چھوٹی چھوٹی باتوں پر نظر ڈالنا ضروری نہیں سمجھتے یا سمجھتے ہیں لیکن طبیعت فطرت شناس نہیں ہوتی، اس لئے باریک باتوں پر نظر نہیں پڑتی یا پڑتی ہے لیکن زبان پر قدرت نہیں کہ جوں کا توں ادا کردیں۔ اِس لئے یا بات کو بدل کر کہتے ہیں، یا استعارات وتشبیہات کے دامن میں پناہ لیتے ہیں، تم دیکھتے ہو کہ فردوسی استعارہ کے پاس ہوکر نہیں نکلتا، تشبیہیں بھی پاس پاس کی لیتا ہے، مجاز کو بہت کم ہاتھ لگاتا ہے، اسکی یہ وجہ نہیں کہ وہ اِن باتوں میں قاصر ہے بلکہ وہ جانتا ہے کہ یہ چیزیں واقعہ کے چہرہ پر نقاب ڈالدیتی ہیں۔ اور اُس کا اصلی خط وخال نظر نہیں آتا، غور کرو، یہ لکھنا مقصود ہے کہ خاقان چین ہاتھی پر ہے رستم نے کمند پھینکی اور اس کو گرفتار کرکے ہاتھی سے ٹپک دیا، فردوسی اِس کو اِس طرح ادا کرتا ہے،

چو از دست رستم رہا شد کمند — سر شہریار اندر آمد بہ بند
ز پیل اندر آورد و زد بر زمین — ببستند بازوے خاقانِ چین،،

نظامی کو اسی قسم کا موقع پیش آتا ہے وہ کہتے ہیں۔

کمند عدو بند را شہریار، — بینداخت چون چنبر روزگار

بے شبہ عدو بند کے لفظ سے جملہ کی ترکیب چست ہوگئی "چنبر روزگار" کی تشبیہ نے بھی ندرت پیدا کی، یہ سب کچھ ہوا لیکن سننے والے پر یہ اثر ہوا کہ اصل واقعہ کے بجائے اسکی توجہ الفاظ اور تشبیہ کی طرف متوجہ ہوگئیں اور کمند میں گرفتار ہونے کی اصلی حالت سامنے نہ آسکی

یہی نکتہ ہے کہ فردوسی واقعات اور جذبات کے بیان کرنے میں استعارات اور تشبیہات وغیرہ سے بہت کم کام لیتا ہے، اور جب اسکو طباعی اور انشاپردازی کا زور دکھانا ہوتا ہے تو دوسرے موقعے تلاش کرتا ہے، چنانچہ اسکی تفصیل آگے آتی ہے،

واقعہ نگاری کے دقیق.... نکمتون پر اس کی نظر جس طرح پڑتی ہے اس کی ایک دو مثالین ہم لکھتے ہیں،

پہلوان جب جوش شجاعت میں لبریز ہوتا ہے تو اکثر یہ ہوتا ہے، کہ لڑائی بھڑائی کچھ نہیں تنہا بیٹھا ہے، لیکن آپ ہی آپ بھپرا پڑتا ہے، اور جوش میں آپے سے باہر ہوا جاتا ہے سہراب جب ایرانی فوج کے ایک ایک سردار پر نظر ڈال کر ہجیر سے اُن کا نام و نشان پوچھتا ہے۔ تو اس کی نظر رستم پر بھی پڑتی ہے، اور ہجیر سے کہتا ہے، یہ کون شخص ہے جس کی یہ حالت ہے کہ

بخود ہر زماں بر خروشدہمے	تو گوئی کہ دریا بجوشد ہمے،
آپ ہی آپ بھپر رہا ہے،	اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ دریا جوش مارتا ہے

ایک جسیم اور تناور پہلوان کبھی تخت پر بیٹھا ہوتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سارے تخت پر چھایا جاتا ہے، اس حالت کو فردوسی نے اُس موقع پر جب رستم سہراب کے دیکھنے کو گیا ہے اور سہراب تخت پر بیٹھا ہوا اپنے پہلوانون سے باتین کر رہا ہے اس طرح ادا کیا ہے،

ع تو گفتی ہمہ تخت سہراب بود۔

سُہراب نے کیکاؤس کے خیمہ کے پاس جاکر برچھی سے خیمہ کی میخین اُکھاڑ کر پھینکدی ہیں فردوسی اس واقعہ کو اس طرح ادا کرتا ہے،

ازان پس بجنبید از جائے خویش	بنزدیک پردہ سرا رفت پیش،
خم آورد پشت و سنان سنیخ	بزد شند و بر کند ہفتاد میخ
سراپردہ یک بہرہ آمد زپائے	زہر سو برآمد دم کرّہ نائے

عام شعرا اگر اس واقعہ کو لکھتے تو صرف اسپر قناعت کرتے کہ سہراب نے میخین اُکھاڑ کر پھینکدین، لیکن یہ خصوصیات کہ "وہ جُھکا، جُھک کر زور سے نیزہ مارا، ستر میخین اُکھاڑ کر پھینکدین، خیمہ کا ایک حصہ گر پڑا" نظر انداز کر جاتے، حالانکہ واقعہ کی تصویر کھینچنے کے لیے

اِن تمام باتون کا ادا کرنا ضروری ہے،

اِسی تفصیلی واقعہ نگاری کی بدولت ہم کو بہت سے ایسے محاورون تک رسائی ہوتی ہے جو یون نہی عام ... طریقہ بیان میں نہیں آسکتے تھے۔

مثلاً سہراب نے جب رستم کو گرز مارا ہے تو رستم تلملا جاتا ہے مگر ضبط سے کام لیتا ہے اور سہراب پر ظاہر نہیں ہونے دیتا، اس واقعہ کو اردو کا محاورہ دان صرف اس لفظ سے ادا کرے گا کہ "پی گیا"، فردوسی نے بھی صرف محاورہ سے کام لیا، چنانچہ کہتا ہے۔

ع بہ پیچید و درد از دلیری بخورد، رستم ایک معرکہ میں صرف کمند ہاتھ میں لیکر گیا ہے، حریف سے سوال و جواب ہوئے تو اُس سے طنز سے کہا کہ اس ہاگ گے ... بکل پر بہت نہ اتراؤ، فردوسی اس طنز یہ محاورہ کو بعینہ اسی طرح ادا کرتا ہے،

بدو گفت ہومان کہ چندین مدم | بہ نیروے این رشتہ شصت خم

واقعہ نگاری کی مثالون سے تمام شاہنامہ بھرا پڑا ہے، ہم نمونہ کے طور پر ایک مختصر لیکن مسلسل داستان یہان نقل کرتے ہیں۔

یہ وہ موقع ہے کہ سہراب ایک ایرانی پہلوان کو لیکر کیکاوس کے لشکرگاہ کو دیکھنے چلا ہے، فوجین اپنے اپنے افسرون کے ساتھ الگ الگ ساز و سامان سے آراستہ ہیں، سہراب ایک ایک پر نگاہ ڈالتا جاتا ہے اور ہر ایک کا نام و نشان پوچھتا ہے، ایرانی پہلوان جواب دیتا ہے،

بدو گفت کز تو بپرسم ہمہ | ز گردن کشان وز شاہ و رمہ[فوج ۱۲]

سراپردہ ہا دیبہ رنگ رنگ، ، | بر و اندرون خیمہ ہائے پلنگ

بہ پیش اندرون بستہ صد ژندہ پیل[کمخواب ۱۲] | یکے تخت پیروزہ برسان نیل

یکے زرد خورشید پیکر درفش[نوی ۱۲] | سرش ماہ زرین غلافش بنفش[فیروز ۱۲، بنفشی رنگ کا ۱۲]

بہ قلب سپاہ اندرون جائے کیست[علم ۱۲] | ز گردان ایران ورا نام چیست

بدو گفت کان شاہ ایران بود | کہ بر درگہش پیل و شیران بود،

وزان پس بدو گفت کز میمنہ | سواران بسیار و پیل و بنہ،[اسباب ۱۲]

لہ خورشید پیکر یعنی آفتاب کی صورت کا ۱۲

سراپردهٔ برکشیده سیاه ‏ ‏ ‏ ‏ زده گرد او اندر استاده سپاه

بگرد اندرش خیمه زد اندر بیش ‏ ‏ ‏ ‏ پس پشت پیلان و شیران به پیش

زده پیش او پیل پیکر درفش ‏ ‏ ‏ ‏ به نزد درش سواران زرینه کفش

چه باشد ز ایرانیان نام او ‏ ‏ ‏ ‏ بگو تا کجا باشد آرام او

چنین گفت کان طوس نوذر بود ‏ ‏ ‏ ‏ درفشش کجا پیل پیکر بود

بپرسید کان سرخ پرده سرای ‏ ‏ ‏ ‏ یکی پیشکار سپه کش بپای

یکی شیر پیکر درفش بنفش ‏ ‏ ‏ ‏ درافشان گهر در میان درفش

پس پشتش اندر سپاهی گران ‏ ‏ ‏ ‏ همه نیزه داران جوشن وران

چنین گفت کان فر آزادگان ‏ ‏ ‏ ‏ سپهدار گودرز کشوادگان

سپه کش بود گاه کینه دلیر ‏ ‏ ‏ ‏ ده و چل پور دارد و پیل و چو شیر

اب رستم کی باری آتی ہے

دگر گفت کان سبز پرده سرای ‏ ‏ ‏ ‏ بزرگان ایران به پیشش بپای

یکی تخت پرمایه اندر میان ‏ ‏ ‏ ‏ زده پیش او اختر کاویان

بر او بر نشسته یکی پهلوان ‏ ‏ ‏ ‏ ابا فر و با سفت و یال گوان

از آن کس که بر پای پیشش براست ‏ ‏ ‏ ‏ نشسته به یک سر از دیگران بر است

جو سامنے کھڑا ہے ‏ ‏ ‏ ‏ رستم کا قد اس سے بیٹھنے کی حالت میں بھی اونچا ہوا ہے

بر ایران نه مردی به بالای او ‏ ‏ ‏ ‏ کمندی فرو هشته تا پای او

درفشش ببین اژدها پیکر است ‏ ‏ ‏ ‏ بر آن نیزه بر شیر زرین سر است

بجوید هر زمان برخروشد همی ‏ ‏ ‏ ‏ تو گویی که دریا بجوشد همی

که باشد بنام آن سوار دلیر ‏ ‏ ‏ ‏ که هر دم همی برخروشد چو شیر

ہجیر نے رستم کا نام بدل کر بتایا۔ سہراب اب اور افسروں کا حال پوچھتا ہے،

وزان پس بپرسید کز مهتران ‏ ‏ ‏ ‏ کشیده سراپرده بر کران

سواران بسیار و پیلان بپای ‏ ‏ ‏ ‏ برآید همی ناله کرنای

کرنا ۱۲

میان سراپرده تختے زده   ستاده غلامان به پیشش رده

زرد بران بگو نام آن سرد چیست   کجا جائے دارد نژادش ز کیست،

چنین گفت کان پور گودرز گیو،   که خوانند گردان ورا گیو نیو،

ز گودرزیان بهتر و مهتر است   به ایران سپه بر دو بهره مهراست

بدو گفت زان سو که تابنده شید   بر آید، یکے پرده بینم سپید

زده بیائے رومی به پیشش سوار   رده بر کشیده فزون از هزار،

پیاده سپردار و نیزه وران،   شده انجمن لشکرے بیکران

ز دیبا فروهشته زیب جلیل،   غلام ایستاده رده خیل خیل

نشسته سپهدار بر تخت عاج   نهاده بر آن عاج کرسی ساج

چه نام است او را ز نام آوران   سپهبد نژاد است یا سروران

بدو گفت کو را فسرا بز خوان،   که فرزند شاه است و تاج گوان

بدو گفت سهراب کین در خور است   که فرزند شاه است و با افسر است

واقعہ نگاری جب اس حد تک پہنچ جاتی ہے تو اُس کو مرقع نگاری یعنی آجکل کے محاورہ میں، سین دکھانا کہتے ہیں۔

جذبات | رزمیہ میں درد و غم کے اظہار کا کم موقع پیش آتا ہے، اور آئے بھی تو بلاغت یہ ہے کہ اس کو زیادہ پھیلایا نہ جائے۔ تاہم اُدھر کہیں اس کا موقع پیش آگیا ہے، تو فردوسی نے اسمیں بھی کمال دکھایا ہے، سہراب کے مرنے کی خبر سن کر اُسکی ماں کی جو حالت ہوئی ہے، اور جسطرح اُس نے نالہ و زاری کی ہے، اُسکو اسطرح ادا کرتا ہے،

خروشید و جوشید و جامه درید   به زاری بران کودک نارسید

بر آورد بانگ و غریو و خروش   زمان تا زمان زو همی رفت هوش

فرو برد ناخن دو دیده بکند   بر آورد بالا در آتش فگند،

مر آن زلف چون تاب داده کمند،   به انگشت پیچید و از بن بکند،

ز سر بر فگند آتش و بر فروخت   همه موی مشکین به آتش بسوخت

همی گفت کای جان مادر کنون / کجائی سرشته بخاک و بخون

دو چشمم بره بود گفتم مگر / ز سهراب و رستم بیابم خبر

چه دانستم ای پور کاید خبر / که رستم بخنجر دریدت جگر

دریغش نیامد ازان روی تو / ازان برز و بالا و بازوی تو

بپرورده بودم تنش را بناز / برخشنده روز و شبان دراز

کنون آن بخون اندرون غرقه گشت / کفن بر تن پاک او خرقه گشت

کنون من کرا گیرم اندر کنار / که خواهد بدن مر مرا غمگسار

پدر جستی ای گرد لشکر پناه / بجای پدر گورت آمد براه

چرا نامدم با تو اندر سفر / که گشتی بگردان گیتی سپهر (مشهور)

مرا رستم از دور بشناختی / ترا با من ای پور بنواختی

ببنداختی تیغ آن سرفراز / نکردی جگرگاهت ای پور باز

همی گفت و می خست و می کند موی / همی زد کف دست بر خوب روی

ز خون او همی کرد لعل آب را / به پیش آوریدا اسپ سهراب را

سر اسپ او را ببر در گرفت / بمانده جهانی در او در شگفت (متعجب)

گہی بوسه زد بر سرش گه بروی / ز خون زیر سمش همی راند جوی

بیاورد آن جامهٔ شاهوار / گرفتش چو فرزند اندر کنار

بیاورد خفتان و درع و کمان / همان نیزه و تیغ و گرز گران

بسر بر همی زد گران گرز را / همی یاد کرد آن بر و برز را

بیاورد زین و لگام و سپر / لگام و سپر را همی زد بسر

سہراب کی ماں نے جو کچھ کہا ہے کس قدر سچ اور کس قدر پر تاثیر ہے سہراب کے گھوڑے کو گود میں لینا، اسکے ہاتھ پاؤں چومنا۔ سہراب کے کپڑوں کو بچہ کی طرح آغوش میں لینا، ہتھیاروں کو سر پر مارنا، کسقدر اصلی حالت کی سچی تصویر ہے۔

بیژن: ایران کا پہلوان تھا، افراسیاب کی لڑکی منیژہ اسپر عاشق ہوئی اور [illegible]

لیجاکر گھر میں رکھا جب افراسیاب کو خبر ہوئی تو اس نے بیژن کو ایک کنوئیں میں قید کر دیا اور منیژہ کو گھر سے نکال دیا۔ منیژہ بیژن کی تیمارداری اور خبر گیری کرتی تھی، رستم بیژن کے چھڑانے کو سوداگر بنکر آیا، اور توران پہنچکر تجارت کے سامان پھیلائے منیژہ کو خبر ہوئی، دوڑی ہوئی آئی اور رستم سے بیژن کے حالات بیان کئے رستم نے اس خیال سے کہ راز فاش نہو جائے، منیژہ کو جھڑک دیا کہ میں بیژن و ثیژن کو کچھ نہیں جانتا منیژہ دل شکستہ ہوکر کہتی ہے۔

به رستم نگه کرد و بگریست زار ، ز خواری بیارید خون در کنار

بدو گفت کای مہتر پر خرد ، ز تو سرد گفتن نہ اندر خورد

رستم سے کہا کہ اے سردار ، اس طرح رکھائی سے جواب دینا کیا شایان ہے

سخن گر نہ گوئی مرا از نہیبش ، کہ من خود دلے دارم از درد ریش

اگر بات نہیں کرتے تو نہ کرو لیکن مجھکو کہد پڑتے کیوں ہو ، میرا دل تو خود مصیبت سے زخمی ہو رہا ہے

چنین باشد آئین ایران مگر ، کہ درویش را کس نہ گیرد خبر

کیا ایران کا یہی دستور ہے ، کہ لوگ غریبوں سے بات نہیں کرتے

زدی بانگ بر من چو جنگ آوران ، نترسی تو از داور داوران

مجھکو پہلوانوں کی طرح ڈانٹ بتاتے ہو ، تم بادشاہ ہونگے بادشاہ خدا کا کچھ ڈر نہیں

منیژہ منم دخت افراسیاب ، برہنہ ندیدہ تنم آفتاب

کنون دیدہ پر خون و دل پر ز درد ، ازین در بدان در دو رخسارہ زرد

برای یکی بیژن شور بخت ، فتادم ز تاج و فتادم ز تخت

اختصار اور زور | بلاغت کے نکتہ شناس جانتے ہیں۔ کہ کسی واقعہ کے بیان کرنے میں جب حد سے زیادہ زور دینا مقصود ہوتا ہے، تو لمبی چوڑی تمہید اور تفصیل وہ کام نہیں دیتی، جو ایک پرزور مختصر جملہ کام دیتا ہے، قرآن مجید میں اوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ غشیہم من الیم ما غشیہم میں جو بات ہے وہ سینکڑوں جملوں سے ادا نہیں ہو سکتی، روم کے فاتح کا مشہور جملہ تم نے سنا ہوگا میں آیا میں نے دیکھا میں نے فتح کیا، شاہنامہ میں اس کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں سہراب کی پوری داستان اس شعر سے شروع کی ہے،

کنون جنگ سہراب و رستم شنو | دگرہا شنیدستی این ہم شنو،

صرف "این ہم" نے جو بات پیدا کی ہے وہ ہزاروں تمہید سے نہیں پیدا ہو سکتی تھی، رستم افراسیاب کو خط لکھتا ہے، اور بہار بدکے وسیع مضمون کو ایک مصرع میں ادا کرتا ہے،

وگرنہ بکام من آمد جواب، | من و گرز و میدان و افراسیاب

نظامی نے اپنے فخریہ میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں لیکن فردوسی کے دو مصرع سب پر بھاری ہیں۔

بسے رنج بردم درین سال سی | عجم زندہ کردم، بدین پارسی

رستم کی مار دھاڑ ہنگامہ آرائی اور قتال و جدال کا سماں صرف چار مصرعوں میں دکھایا ہے،

بروز نبرد آن یل ارجمند، | بشمشیر و خنجر بگرز و کمند،

درید و برید و شکست و ببست | یلان را سر و سینہ و پا و دست

صلاح و مشورہ کیلئے لوگ جمع ہوئے ہیں، اسی میں کھانا بھی سامنے آگیا ہے لوگ کھانی کر اٹھ کھڑے ہوئے، اسکو اس طرح ادا کرتا ہے،

پے مشورہ مجلس آراستند | نشستند و گفتند و برخاستند،

۸۔ صنائع بدائع شاعری کے زوال کا پیش خیمہ ہیں، اس لئے فردوسی کے کلام میں اس کو ڈھونڈھنا نہیں چاہیئے لیکن جو محاسن شاعری ضمناً کسی صنعت میں آجاتے ہیں اسکے کلام میں پائے جاتے ہیں، اور اعلیٰ درجہ پر پائے جاتے ہیں مثلاً لف و نشر مرتب،

بروز نبرد آن یل ارجمند۔ | بشمشیر و خنجر بگرز و کمند،

درید و برید و شکست و ببست | یلان را سر و سینہ و پا و دست

لف و نشر مع طباق و مقابلہ۔

فرو شد بماہی و بر شد بماہ | بن نیزہ و قبۂ بارگاہ،

مبالغہ۔ زمیں گرد میدان کہ بر شد بدشت | زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

رزمیہ شاعری | رزمیہ شاعری جسکو انگریزی میں ایپک پوئم کہتے ہیں، شاعری کے انواع میں سے بہترین انواع ہے، یورپ کے نزدیک دنیا کا سب سے بڑا شاعر ہومر ہے اُس کا

کارنامہ فخریہ بھی رزمیہ شاعری ہے، مہابھارت جس کو ہندو آسمانی کتاب سمجھتے ہیں۔ وہ بھی ایک رزمیہ نظم ہے اور اگر ان دونوں کے پہلو میں کسی کو جگہ دی جا سکتی ہے تو وہ شاہنامہ ہے۔

رزمیہ شاعری کے کمال کے چند شرائط ہیں واقعہ ایسا مہتم بالشان ہو جس نے دنیا کی تاریخ میں کوئی انقلاب پیدا کر دیا ہو لڑائی کے ہنگامہ کا بیان اس زور شور اور پر رعب طریقہ سے کیا جائے کہ دل دہل جائیں معرکہ جنگ کے تمام ساز و سامان اور آلات و اسلحہ جنگ تفصیل سے بیان کئے جائیں۔ سالار فوج اور مشہور بہادر کی لڑائی کے بیان میں لڑائی کے تمام داؤں پیچ ایک ایک کر کے دکھائے جائیں شاہنامہ میں یہ تمام باتیں اعلیٰ درجہ پر پائی جاتی ہیں۔

(ہنگامہ جنگ اور زلزلہ چاں)

ز لشکر بر آمد سراسر خروش ۔۔۔ زمین پر خروش و ہوا پر خروش

جہان لرز لرزان شد و دشت و کوہ ۔۔۔ زمین شد ز نعل ستوران ستوہ،

درفش از درفش گروہ از گروہ؛ ۔۔۔ گسستہ نشد شب بر آمد ز کوہ

درخشیدن تیغہائے بنفش ۔۔۔ ازان سایہ کاویانی درفش،،

تو گفتی کہ اندر شب تیرہ چہر ۔۔۔ ستارہ ہمے بر فشاند سپہر،

زمین گشت جنبان چو ابر سیاہ ۔۔۔ تو گفتی ہمے بر نتابد سپاہ،

بلند آسمان چون زمین شد ز خاک ۔۔۔ ز ہر سو ہمی بر شدہ چاک چاک

دل کوہ گفتی بدرد ہمے،، ۔۔۔ زمین با سواران بپرد ہمے،

ز بس نعرہ نالہ کرنا ے. ۔۔۔ ہمے آسمان اندر آمد ز جائے،

چنان تیرہ شد روی گیتی ز گرد ۔۔۔ تو گفتی کہ خورشید شد لاجورد

بزد مہرہ بر کوہ ژندہ پیل. ۔۔۔ زمین جنب جنبان چو دریائے نیل

ز گرد سواران ہوا بست میغ ۔۔۔ چو برق درخشیدہ پولاد تیغ،

ز جوش سواران و آواز کوس، ۔۔۔ ہوا قیرگون شد زمین آبنوس

تو گفتی زمین موج خواہد زدن ۔۔۔ وزان موج بر اوج خواہد زدن

ز بس گرد میدان کہ بر شد بدشت، ۔۔۔ زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

ز بس نیزہ و گرز و گوپال و تیغ ۔۔۔ تو گفتی ہوا ژالہ بارد ز میغ؛

زگشته همه دشت آوردگاه | تن و دست و سر بود و ترگ و کلاه
بجوشید دشت و بتوفید کوه | زجوش سواران هر دو گروه
تو گفتی که روی زمین آهن ست | ز نیزه هوا به زور جوشن است

شاہنامہ میں لڑائی کے سامان اور اسلحہ جنگ کی اسقدر تفصیل پائی جاتی ہے کہ ہم بہ تفصیل بتا سکتے ہیں، کہ آج سے دو ہزار برس پہلے آلات جنگ کیا کیا تھے۔ پہلوان اور بہادر کیا کیا ہتھیار لگاتے تھے۔ لباس جنگ کیا کیا تھے: مثلاً لڑائی کے وقت جو باجے استعمال ہوتے تھے، اُن کے نام یہ ہیں۔ بیبرہ۔ گاؤدم۔ خرمہرہ۔ کوس۔ طبل۔ نقارہ۔ کرنائے۔ سرغلبن

اسلحہ جنگ یہ تھے۔ زرہ۔ جوشن۔ خود۔ مغفر۔ چار آئینہ۔ خفتان۔ ترگ۔ ببر بیان۔ برگستوان۔

آلات اور سامان جنگ یہ تھے۔ گوپال۔ گرز۔ تیغ۔ سپر۔ درفہ۔ خنجر۔ ژوبین۔ ناوک خشت تیر۔ خدنگ۔ کمند۔ سنان۔ نیزہ۔ ژوپین۔ پرتاب۔ تبرزین۔ دبوس قارورہ۔ شراع۔ عرادہ۔ رایت۔ علم۔ درفش۔ اختر۔ سراپردہ۔

اقسام فوج۔ قلب۔ میمنہ۔ میسرہ۔ طلایہ۔ ساقہ و مدار۔

اُس زمانہ میں مجموعی فوج کے لڑانے کا فن نہ تھا اس لیے یہ پتہ نہیں لگتا کہ سپہ سالار کس طریقہ سے فوج کو لڑاتے تھے، رستم اگرچہ سپہ سالار تھا اور شاہنامہ سر تا سر گویا اُسکی داستان ہے تاہم کہیں یہ پتہ نہیں لگتا۔ کہ اُس نے فوج کو کیونکر لڑایا۔ طریقہ جنگ یہ تھا۔ کہ ایک ایک پہلوان میدان میں آتا تھا، اور معرکہ آرا ہوتا تھا۔ ان معرکہ آرائیوں کو فردوسی اس تفصیل سے بیان کرتا ہے کہ سماں باندھ دیتا ہے،

لڑائی کے جتنے طریقے تھے، یعنی کشتی لڑنا، تلوار چلانا، تیر مارنا، کمند پھینکنا، برچھی چلانا وغیرہ وغیرہ شاہنامہ میں سب بہ تفصیل پائے جاتے ہیں۔ اور جس چیز کو جہاں لکھا ہے، اس طرح لکھا ہے کہ اُس کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے،

تہمتن ز الوای شد دردمند۔ | ز فتراک بکشاد پیچان کمند
کمند اندازی چو آہنگ رزم یلان داشتے | کمندے و گرزے گران داشتے

بیامد بغرید چون پیل مست   کمندی به بازو و گرزی بدست

بروگفت کاموس چندین مدم   به نیروی این رشته بشکنی خم

برانگیخت کاموس جنگی نبرد   هم آورد را دید بازور و برد

ببند اخت تیغ پرند آورش   همی خواست از تن گسستن سرش

سر تیغ بر گردن رخش خورد   تبر بد بر گستوان نبسود

نیامد تن رخش را زان گزند   گو پیلتن حلقه کرد آن کمند

بینداخت و افگندش اندر میان   برانگیخت از جای رخش دمان

به ران اندر آورد کردش دوال   عقابی شده رخش با پر و بال

به رای و دلیری بیفشرد ران   گران شد رکیب و سبک شد عنان

همی خواست آن خام خم گسند   به نیروی تن بگسلاند ز بند

شد از هوش کاموس گسسته خام   گو پیلتن رخش را کرد رام

عنان را به پیچید و او را ز بن   نگون اندر آورد و زد بر زمین

دو دست از پس پشت بستش چو سنگ   به خم کمند اندر آورد تنگ

تیراندازی

تهمتن به بند کمر برد چنگ   گزین کرد یک چوبه تیر خدنگ

خدنگی بر آورد پیکان چو آب   نهاده برو چار پر عقاب

بمالید چاچی کمان را بدست   به چرم گوزن اندر آمد شست

ستون کرد چپ را و خم کرد راست   خروش از خم چرخ چاچی بخاست

چو سوفارش آمد به پهنای گوش   ز چرم گوزنان بر آمد خروش

چو پیکان ببوسید انگشت او   گذر کرد از مهرهٔ پشت او

بزد تیر بر سینهٔ اشکبوس   سپهر آن زمان دست او داد بوس

قضا گفت گیر و قدر گفت ده   فلک گفت احسن ملک گفت زه

برآشفت سهراب و شد چون پلنگ   چو بدخواه او چاره جو شد به جنگ

نیزه بازی

عنان برگرایید و برداشت اسپ   بیامد به کردار آذرگشسپ

چو آشفتہ شد شیر، تندی نمود
سر نیزہ را سوی او کرد زود

بدست اندرون نیزۂ جانستان
پس پشت خود گردش آنگہ سنان

بزد بر کمر بند گرد آفرید
زرہ بر تنش یک بیک بر درید

ز زین بر گرفتش بہ کردار گوی
کہ چوگان ز باد اندر آید بروی

گرفتند ازان پس دوال کمر
دو اسپ تگاور بر آوردہ پر

یکے بد بدست یل اسفندیار
بدست دگر رستم نامدار

نیرو کشیدند زی خویشتن
دو گرد سر افراز دو پیلتن

ہمی زور کرد این بر آن، آن برین
نہ جنبید یک مرد بر پشت زین

کف اندر دہان شان شدہ خون و خاک
ہمہ گبر و برگستوان چاک چاک

چو رستم ورا دید بفشرد ران
بگردن بر آورد گرز گران

چو تنگ اندر آورد با او زمین
فرو کرد گرز گران را بہ زین

شاہنامہ کا اثر شاہنامہ کے مقبول عام ہونے کے مخالف بہت سے اسباب جمع تھے، سب سے مقدم یہ کہ وہ سرتاپا غیر قوموں کا کارنامہ تھا، اور مسلمانوں کا جہاں ذکر آگیا تھا، نہایت احتقار سے ان کو یاد کرتا تھا۔

ز شیر شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار

کہ تخت کیان را کنند آرزو
تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

قادسیہ کے معرکہ میں مسلمانوں نے بے نظیر شجاعت کے جوہر دکھلائے تھے فردوسی نے اسکو بھی مدہم کر کے دکھایا تھا۔ اس بات پر مذہبی گروہ میں عام ناراضی پھیلی، چنانچہ اسی زمانہ میں عمر نامہ[۱] ایک کتاب لکھی گئی جس کے دیباچہ میں سبب تالیف یہ بیان کیا ہے کہ چونکہ فردوسی نے ایرانیوں کے جھوٹے سچے قصے لکھ کر ملک میں مشہور کر دیئے، اس لیئے یہ کتاب حضرت عمر فاروق رضی کے حالات میں لکھی گئی۔ کہ لوگوں کی توجہ ادھر سے ہٹ جائے،

چونکہ فردوسی نے سلطان محمود کی ہجو لکھ کر شاہنامہ میں اس کو منضم کر دیا تھا۔ اس لیئے لوگ

---

[۱] یہ کتاب میری نظر سے گذری ہے،

شاہنامہ کو ہاتھ لگاتے ڈرتے تھے، فردوسی چونکہ معتوب شاہی تھا اس لیئے بھی اس کی تصنیف مقبول عام نہو سکتی ہوگی،

یہ سب تھا لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ خراسان سے لیکر بغداد تک درو دیوار سے شاہنامہ کی صدا آنے لگی، تقریر، تحریر، تصنیف، تالیف، خلوت وجلوت، کوچہ وبازار، اس کی بازگشت سے گونج اٹھے لوگ کام سے فارغ ہوکر بیٹھتے تو کوئی خوش لہجہ شخص حفظ شاہنامہ کے اشعار پڑھتا اور شجاعت جانبازی، دلیری، حب وطن کا اثر تمام مجلس پر چھا جاتا۔

سینکڑون برس تک، سلاطین وامرا کی باہمی خط وکتابت میں شاہنامہ کے اشعار جا بجا درج ہوتے تھے۔ اور دلیری اور بہادری کے موقون پر بے ساختہ اسکے اشعار زبان سے نکل جاتے تھے میدان جنگ میں رجز کے بجائے شاہنامہ کے اشعار پڑھے جاتے تھے۔ سلجوقیون کے اخیر فرمان روا طغرل ارسلان نے میدان جنگ میں لڑکر جان دی تو شاہنامہ کے یہ اشعار زبان پر تھے،

من آن گرز یک زخم بر داشتم | سپہ را ہمان جائے بگزاشتم
چنان ؟ برخروشیدم از پشت زین | کہ چون آسیا شد، پریشان زمین

شاہنامہ کے ہی کے اثر نے سینکڑون برس تک، ایران کی شاعری کو غزل سے پاک رکھا۔ استداد زمانہ سے جب اسکا اثر گھٹا، اور عشق وعاشقی کے خیالات قوم میں پھیلنے لگے، تو دفعۃً تاتاریون کے طوفان نے مسلمانون کی خاک تک اڑادی۔

شاہنامہ کی زبان | شاہ نامہ کی زبان، آج کی زبان سے اسقدر مختلف ہے کہ گویا دو زبانین الگ الگ ہیں۔ اور یہ شاہنامہ کی تخصیص نہیں، اُس زمانہ کے شعرا کی عام زبان یہی تھی۔ لیکن چونکہ اور کسی شاعر نے اسقدر الفاظ استعمال نہیں کیئے اسلیئے فردوسی کی زبان بہ نسبت اور شعرا کے زیادہ بیگانہ اور غیر مانوس معلوم ہوتی ہے،

شاہنامہ کی زبان کی خصوصیات حسب ذیل ہیں،

ا ضمیرون کی ترکیب مثلاً،

ع زشادی رخان شان چو گل بردمید،

اب یون کہین گے رخہان ایشان،

۲-غیر جاندار چیزون کی جمع الف و نون سے مثلاً،

اگر عمر باشد مرا سالیان، یعنے سالہا،

۳-اسم اور فعل کے آخر میں الف زائد مثلاً،

ع سیامک برآمد برہنہ تنا، یعنے تن،

ع بسی روز گیتی بپیما پدا،

۴-فارسی الفاظ پر تشدید مثلاً خوشّی-زرّ-پرّ-ہمّ-مژّہ-زرّبفت-کترّی-

۵-بعض زائد حرف، مثلاً چنان کے بجائے چونان-اشیا کے بجائے اشیوا-چنین کے بجائے چونین-فرشتہ کے بجائے فریشتہ-

۶-در کے بجائے اندرون مثلاً،

بجنگ اندرون گرزہ گاو رنگ،

۷-متحرک بجائے ساکن، اور ساکن بجائے متحرک، مثلاً،

ع-بگویم زمادرش و ہم از پدرش ع نیامارت از شیروزد بو باک،

ع بشادی ہمہ جان افشاندند،

۸-یسے کے پہلے الف زائد،

ع ابے او نباشیم در جنگ شاد،

۹-ویا بجائے یا-

ویا بارہ رستم جنگجوے، بہ آخر ہند بے خداوند روے

۱۰ اکجا بمعنی کہ

ع درفشش کجا پیل پیکر بود،

۱۱-از بر بمعنے بر

ع نشست از بر کوہ شندہ پیل، یعنی بر کوہ،

۱۲-ایچ معنے ہیچ،

ع زبیکان نہ دیچ پیدا سرش-

۱۳- تائے خطاب کا استعمال مثلاً،

ع ہزار انت کودک دہم نوش لب: یعنے ہزاران ترا،

چو آئی خیبان کیت مرادو ہوا است، یعنی کہ ترا،

۱۴- ورا بمعنے اورا۔

چو رستم ورا دید خیرہ بماند یعنے چو رستم اورا دید،

۱۵- ازو کے بجائے ازوی۔

بر آمد بہ پرسید ازوی، بدو گفت گستاخ بامن بگوی

۱۶- ازیرا بجائے ازین رو،

ع ازیرا سرت ز آسمان برتر است، یعنی ازین رو،

۱۷- آزمایش کے بجائے آزمون۔

نہادی برو دست را آزمون شکم بر زمین، بر نہادی ہیون

۱۸- میم متکلم کا حذف۔

اگر من نہ رفتے بہ مازندران یعنے اگر من نہ رفتمے،

ان تصرفات کے علاوہ سینکڑوں الفاظ ہیں جو بالکل متروک ہو گئے یا اُن کی صورتیں بدل گئیں یا اُنکے بجائے اور الفاظ استعمال میں ہیں۔ مختصراً چند الفاظ ذیل میں درج ہیں۔

لفظ	معنے	لفظ	معنے
ویژہ	خاص	تال و مال	ریزہ ریزہ
مر	شمار	تخشش	تبر
[illegible]	حالا	ترک	کلاہ آہنی
[illegible]	اینجا	ترنگ	صدای کمان
آخر	اصطبل	تلاش	پراگندہ
[illegible]	زینت و آرایش	تنگ آمدن	نزدیک آمدن
[illegible]	برفی	جوال	نر فیست کہ از پشم بافند

لفظ	معنے	لفظ	معنے
آستی	آستین	چاک	سفیدۂ صبح
برسان	بسان	چاک چاک	صدای زدن شمشیر
آغاز	اراده	چنگیدن	آواز گرز
افسوس	ظلم وستم	چک	قباله اور دستاویز
اند	چند، یا اندک	سه دیگر	سیوم
اندرخور	لایق	شارسان	شهر و شهرستان
انوشه	آفرین	شبگیر	صبح
بادسر	مغرور	شخودن	خراشیدن
بارگی و باره	اسپ	شکردن	پاره کردن
باژ	خراج	غرم	میش کوهی
بخش	حصه	غرچ	مخنث و نامرد
برتر	بلندی	غو	خروش
بسنده	کافی	گو	پهلوان
بسیچ	قصد و کارسازی	فروریختن از اسپ	فرود آمدن
بگماز	شراب	فرونی	فضیلت و بزرگی
پازهر	تریاک	فسیله	گله اسپ
پذیره	استقبال کردن	فش	دم و یال اسپ
پیراسته	آراسته	قاروره	آله ایست از آلات جنگ،
بیهدانی	زبان یهودی	خشت	نیزه کوچک
در	درکوه، و مرتبه	دبوس	گرز
	ع بگفتش که راز این سخن دربدر	درع	پیراهن زنان
درخت	دار ابیاسته	سبزدرسبز	نام خنی است

لفظ	معنی	لفظ	معنی
درقه	سپر چرمین	ستاده	خیمه
دستار	دستر خوان	ستاره	مسهری
دست بند	زنان رقاص	ستودان	دخمه
دستجابه	جامه سروپا	ستیخ	راست وبلند
دست راست	وزیر اعظم	سرسری	فرمایه
دستوار	عصا	سرون	شاخ گاؤ
دفتر شکستن	دفتر ساختن	سُفت	دوش
دمدار	ساقه لشکر	شیب	دنباله تازیانه
دواج	لحاف	ماروچ	گچ
دیدار	چشم ورخ، دیدار گشتن	صلاب	اصطرلاب
رده	صف	طبرخون	بید سُرخ
رزمه	بقچه	طُغرل	نوعی از مرغ شکاری
رسته	صف زده	قُرطه	کُرته
رفت آوری	آمد ورفت کردن	کاتوزی	زاہد
رنج	رنگ	کالوشه	دیگچه
روزبان	دربان	کشکین	نان جوین
روسپی	فاحشه	کیخ	آب دہن
ریدک	غلام وامرد	کلک	کمان
ریمن	مکار	کنارنگ	بزرگ قوم
زحیر	پیچ وتاب	کند آور	پہلوان
زخم	عمارت	کوہسر	کوہسار
زمزم	کلمات مغان که وقت	گردگاه	میانگاه کمر

لفظ	معنے	لفظ	معنے
	پرستش گوبند	گردگان	مرہون
نمی	زمین	گریغ	گریز
زنہار خوردن	عہد شکستن	گشن	بسیار
زوار	خادم زندان خانہ	ماہار	مہار شتر
زکیدن	آہستہ زیر لب گفتن	مزیح	طعنہ وظرافت
سان	عرض لشکر	منجوق	ماہچہ علم
مہت	سنگین و گران	ویلہ	نعرہ
ناباک	بے باک	ہرکارہ	دیگ سنگی
نخ	صف لشکر	ہزمان	ہر زمان
نوز	ہنوز	ہمانند	مانند
نیو	پہلوان	ہوش	جان
دان	نگہبان	بشنک	چہار دندان پیشیں
وبر	باد و فہم		جانور درندہ

مختصر فہرست قومی پریس دہلی

ازواج النبی، جناب سرور کائنات کے ازواج مطہرات کے پورے حالات و سوانح درج ہیں، حضرت خدیجہ، حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت زینب، حضرت ام سلمہ، حضرت زینت بنت جحش، حضرت ام حبیبہ، حضرت جویریہ، حضرت میمونہ، حضرت صفیہ، مخالفین اسلام کے اعتراضونکا پورا جواب دیا ہے، قیمت ۱۲ر

نکاح جعفر اور عباسہ، ایک عرصہ سے لوگ اس شبہ میں پڑے ہوئے تھے کہ آیا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط ہم نے نہایت تحقیق اور مدلل دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ افسانہ سے زیادہ نہیں قیمت ۴ر

نمل جان کی سرگذشت، ساری کتاب تلازموں سے لبریز، لکھنو اور دہلی کی پرانی زباندانی کا پورا فوٹو جواب نا پید ہے ۶ر

کتب مولانا عبد الحلیم صاحب شرر

حالات اقوام کرد، کردوں کی معاشرت و رسومات شادی و غمی و مذہبی عقائد اور انکا ترکوں کے ساتھ تعلق سلطان کے محل کے اندرونی حالات اور زنانہ دربار کا پورا فوٹو اور والدہ سلطانہ و قادن آفندی کے اختیارات، بڑی دلچسپ کتاب ہے قیمت ۶ر

خلافت عمرو بن سعید بانی خلافت بنو امیہ و ابو مسلم خراسانی بانی خلافت عباسیہ کے پورے حالات قیمت ۳ر

تذکرہ مشاہیر عالم، ہر دو جلد کامل معہ فوٹو مولانا شرر۔ جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں، خلیفہ ناصر الدین اللہ، زبیر ابن عوام، عبد اللہ ابن زبیر ابن بطوطہ، بقراط جالینوس، مانی، سائدین و الصبی، اعز الدین حسین، حاتم طائی، جبلہ بن ایہم، محمد بن تومرت، المہدی المعتزلی، ابو عثمان، سعید بن مسیح، سباتائی سیوی، دمشق کی جامع بنی امیہ ابو الاسود دولی، احمد بن طولون ابو الضحاک، عمرو بن معدیکرب، دبیدی، نابغہ زیبانی، اسکندر اعظم، سمسون ابن قراقر، شلمغانی، الحکم، المستنصر، محمد عبد اللہ الزقیر منذر بن مغیرہ، حجاج دمشقی مہوس، مسجد اباصوفیہ، محمد علی پاشا ابو جعفر منصور، ابو دلامہ شاعر، مسجد اقصیٰ صلیبی جہاد، قیمت ۱عہ ر

مخدرات مشاہیر عالم ہر سہ جلد کامل

جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں، اسمی رامیس ملکہ بابل ہند، بنت نعمان لیلائے اخیلیہ، شہدہ کاتبہ، زلیخا، ملکہ سجاح، ام سلمہ زوجہ سفاح، قطر الندی، بلقیس اذنعا، علیہ بنت مہدی، خدیجہ بنت القیم، ملکہ استیر کتھرائن زبیدہ خاتون امہانی، قلوپڑا، میڈم ڈی اسٹائل، رابعہ بصریہ، فاطمہ فقیہہ، ملکہ زبا، ام ابان، رابعہ، شامیہ فاطمہ نیشاپوریہ، ملکہ زنوبیہ، نوار زوجہ، فرزدق، مصنفہ، فحہ، زبدہ ہلینا، قسطنطین اعظم کی ماں قیمت عہ جلد دوم عورت ہی کی کشش دنیا میں انسان کو لائی، دہیائے کاہنہ، قیصرہ تھیوڈورا، آل عثمان میں پہلی سلطانہ تھیوڈورا، بوادیقیا، قارلس مانڈوا، عاتکہ زوجہ عبد اللہ بن ابی بکر صدیق، عتبہ، عمارہ، مزنہ الطیفہ حدانیہ، ثبینہ، ام جعفر، حرقہ بنت نعمان، ست ملک ملکہ مصر، خولہ بنت الاذور، قیمت عہ جلد سوم، جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں۔ دیدول ملکہ سور تیر گالس، انڈلیس، راخیل ماریہ، رولانان، فلپون، عائشہ بنت معاویہ، تذکار بائی خاتون، ارشدامیہ، فریدہ، عفرا، عائشہ بنت [illegible]، ہائی پیشیا، نخرقا، ریا بنت الغریق السلمی، جنیفیاف، ظریفہ بنت صفوان، ام حکیم بنت قارظ، قیمت عہ، جو صاحب تینوں جلدیں ایک ساتھ کامل لیں گے انکو معہ محصول تین روپیہ میں معہ فوٹو مولانا شرر دیجاوے گی، کامل قیمت سے ر

تصانیف شمس العلما مولینا شبلی نعمانی مرحوم

سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کوفی کی مفصل سوانحعمری آپ کے اول سے آخر تک کے پورے تفصیلی حالات لکھے ہیں یہ ایک معرکتہ الآرا کتاب ہے۔ قیمت عمر

الفاروق، مفصل سوانحعمری حضرت فاروق اعظم اس سے بہتر سوانح آپکی کوئی نہیں چھپی قیمت ہے مع نقشہ فتوحات اسلام

سفرنامہ روم و مصر و شام، اس کتاب میں دیگر چشم دید حالات کے ترکوں اور عربوں کے اخلاق و عادات کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے صوبہ بہار کے کورس میں داخل ہے قیمت عمر

الغزالی، امام محمد بن محمد الغزالیؒ کی پوری سوانحعمری اور ان کے کلام پر تبصرہ اور ریویو، قیمت عمر

سوانحعمری مولینا روم، یعنی مولینا جلال الدین رومی کی مفصل سوانحعمری مثنوی شریف اور دیگر تصنیف پر تبصرہ قیمت عہ

مقالات شبلی، یعنی مولانا شبلی کے وہ علمی اور تاریخی مضامین جو ابتک مرتب ہو کر شائع نہیں ہوئے تھے قیمت عہ

المامون، سوانحعمری خلیفہ ماموں الرشید اعظم اسمیں ان تمام کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے ماموں الرشید کا عہد عموماً شاہان اسلام سے علمی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے عہ

الہارون، سوانحعمری خلیفہ ہاروں الرشید اعظم قیمت عہ

اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر، عالمگیر پر جو الزامات دیگر معاندین عالم کرتے ہیں مولانا نے کس خوبی سے انکار کیا ہے قیمت ۸

حیات سعدی، سوانحعمری شیخ سعدی بکلام پر تبصرہ، ریویو ۸

حیات حافظ، سوانحعمری خواجہ حافظ شیرازی رح قیمت ۸

حیات خسرو، سوانح حضرت امیر خسرو رح قیمت ۸

مجموعہ نظم شبلی،......... قیمت ۶

آغاز اسلام، مسلمان بچوں اور لڑکیوں کے لئے مفید ہے قیمت ۸

مقالات شرر و جذبات شرر

یہ مضامین نہیں بلکہ منشیانہ معجزات و سحر نگاری کی کرامتیں ہیں جنہیں انشاپردازی کا شوق ہو تو اس کتاب کو ضرور منگائیں انہی مضامین کی بدولت ہندوستان میں بیسیوں جادو نگار بن گئے مولینا سے پہلے نیچرل مضامین کا لکھنے والا ہندوستان میں کوئی نہ تھا ہمنے بڑی تلاش سے جمع کر کے طبع کئے ہیں قیمت عہ فہرست

مضامین، دنیا عمر دو روزہ بد بختی، آدہی رات، ہم اور ہمارے کمالات، شمع سحر، خود پسندی، برسات، بیکسی، رنج و الم، اندہیری رات، باد سحر، ہوا، گمشدگان سلف، از ماست کہ بر ماست، شادی و غم، ہم آنیوالی گھڑی، بر کھا رت، خلوص، ٹوٹا ہوا کھنڈر، موسم خریف، اچھوتا پن، اوس کی رت، غم جدائی، یاس، سراپائے حسن، زمانہ دیہات کی شام، عالم خیال، شمع حرم، خاموش آسماں، گرمیوں کی رت، باغ آرزو، فصل بہار، لالہ خودرو، بیخودی، پھول، غریب کا جھونپڑا، گور غریباں، قیمت عہ

اسلامی سوانحعمریاں مولینا شرر عہ

ابو اسحٰق شیرازی، قاضی ابو یوسف، ابن سائغ اندلسی، ابو علی فارسی، ابو حیان غرناطی، ابن سمعون، ابو بکر، خطیب بغدادی، ابو الفرح بن جوزی، ابراہیم حربی، ابو العینا، قاضی ابن ابی لیلی، ابو عثمان خالدی، ابو حاتم سجستانی، ابراہیم موصلی، عبداللہ ابن مبارک ابو علی بن مسلویہ۔ قیمت عہ

المشتہر۔ سید ظہور الحسن، چھتہ لالی میاں۔ دہلی